۲۔ ملا علی قاریؒ کی تحقیق (۱۰۱۴ھ/۱۶۰۶ء)

میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر صاحب شرح الشفا اور مشکوۃ ملا علی قاریؒ نے اپنی کتاب ''المورد الروی فی مولد النبی ﷺ'' میں انتہائی مدلل اور جامع گفتگو کی ہے۔ ہم افادۂ عام کے لیے اس کتاب کا ترجمہ مع عبارت دے رہے ہیں۔

أحمد الله الأزلي الأبدي ، على ما أضاء النور الأحمدي ، وأشرف الضياء المحمدي المنعوت بالمحمود في عالم الوجود ، وأفاء على العرب والعجم بأنواع النعم وأصناف الجود ، وأهداه إلى الناس كافة إرسال هداية وهدية ، ورحمة ورأفة ، وهو الرحيم الودود ، بإبراء هذا المولود في أحسن المورود ، وهو شهر ربيع الأول على ما عليه المعول - ﷺ - وشرف وكرم وأحسن إليه ، وقربه واصطفاه لديه ، ولقد أحسن المقال من قال من بعض أرباب الحال :

هذا الشهر في الإسلام فضل ومنقبة تفوق على الشهور
فمولود به واسم ومعنى وآيات بهرن لدى الظهور[1]
ربيع في ربيع في ربيع ونور فوق نور فوق نور

بعثة النبي هدى للمؤمنين وحجة على المشركين :

وقد قال تعالى في القرآن العظيم والفرقان الحكيم : ﴿ **لقد جاءكم رسول من أنفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رءوف رحيم** ﴾[2] وأظهر هذا الإخبار المتضمن لحصول الأنوار مصدرًا بالقسم المقدر والمؤكد بحرف التحقيق - إشارة إلى أن مجيئه - ﷺ - إليهم من علامات العناية وأمارات التوفيق ، والخطاب عام شامل للمؤمنين والكافرين ، ولكنه هدى للمتقين وحجة على الآخرين ، كماء النيل ماء للمحبوبين ودماء للمحجوبين قائما إلى أن مجيئه موعود إليكم ، ومقصود لديكم بمقتضى قوله تعالى : ﴿ **فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ، وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ** ﴾[3] وفي الإتيان بإن الشرطية المؤكدة بما المزيدة في إتيان الرسول ، ومجيئه المقبول دلالة كاملة ، وعلامة شاملة إلى أن بعث الرسول

---

(١) وقع من الآيات والمعجزات في يوم مولد الرسول - ﷺ - وهي كثيرة نذكر منها : خرور كثير من الأصنام لوجوهها وسقوطها عن أماكنها ، وظهور النور في المنزل الذي ولد فيه والنور الذي أضاء له قصور الشام حين ولد ، ودنو النجوم ، وسقوطه - ﷺ - جاثيا رافعا رأسه إلى السماء ، وارتجاس إيوان كسرى وسقوط شرفاته وكما خمدت نار فارس ولم تخمد قبل ذلك بألف عام ، وغاضت بحيرة ساوة .

(٢) التوبة : ١٢٨ .

(٣) البقرة : ٣٨ ، ٣٩ .

ليس بواجب عليه سبحانه إلا بموجب وعده وفضله وكرمه على عباده ، وفيه إشعار بأنه لولا إرسالنا إياه بالمجيء إليكم لما انتزع عن مرتبته ، ولا نزل باختياره عليكم فإنه من المقربين إلينا ومن المعظمين لدينا ، وهو لا يحب الغيبة عن حضرة الحق بالإقبال والتوجه إلى الخلق ،أما ترى إلى « أبان الخاص » حيث كان من عبيد « الخوَّاص »[1] كلما عرض عليه تسيُّده وسلطانه في المناصب الجليلة لم يقبله وأقبل على إقبال الحضرة العلية لكنه - ﷺ - ترك ما يريد لما يختاره تعالى ويريد كما هو شأن المراد والمريد وقد قال قائلهم :

أريد وِصاله ويريد هجرى فأترك ما أريد لما يُريد

فهذه مرتبة أعلى الكمال من أرباب الأحوال الجامعين بين تجليات الجمال والجلال الفانين عما سواه في الإدبار والإقبال .

وكذا لما قيل لأبي يزيد[2] ما تريد ؟ قال : أريد أن لا أريد[3]

وقد قال بعض أرباب التوفيق من أصحاب التحقيق والتدقيق : هذه أيضا إرادة عند الصوفية السادة إذ إرادة عدم الإرادة من باب الزيادة تلميحًا إلى مقام الفناء عن السوى ، وحالة التسليم والرضا في قضاء القضا .

ثم التنوين في ﴿ رسولٌ ﴾ للتعظيم المحتوى للتكريم فكأنه تعالى قال : لقد جاءكم رسول من أنفسكم كريم من رب كريم بكتاب كريم فيه دعاء إلى روح وريحان وجنات نعيم وزيادة بشارة إلى لقاء كريم ، وإنذار عن الحميم والجحيم كما قال عز وجل : **﴿ نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ﴾**[4].

---

(١) الخوَّاص : هو إبراهيم بن أحمد بن إسماعيل ، أبو إسحاق الخواص ، والخواص : بائع الخوص . كان صوفي من كبار المشايخ في عصره . فهو من أقران الجنيد . له كتب قاله الخطيب البغدادي ، وقال عنه أبو نعيم في الحلية : إبراهيم الخواص من المتبتلين المتوكلين . تبتل عن الخلق وتوكل على الحق ، له في التوكل المشهور والذكر المنشور ، مات ٢٩١ هـ في جامع الري . انظر : الأعلام للزركلي (٢٨/١) وحلية الأولياء (١٠ ٣٢٥) . تاريخ بغداد (٧/٦) .

(٢) أبو يزيد البسطامي . اسمه طيفور بن عيسى البسطامي مولده ١٨٨ هـ ٨٠٤ م ، كان من كبار الزهاد المشهورين له أخبار كثيرة . كان ابن عربي يسميه أبا يزيد الأكبر نسبته إلى بسطام ؛ بلدة بين العراق وخراسان . توفي بها ومن المستشرقين من يرى أنه كان يقول بوحدة الوجود وأنه أول قائل بمذهب الفناء ٢٦١هـ/٨٧٥ . انظر : طبقات الصوفية (٦٧ - ٧٤) ميزان الاعتدال (٤٨٦/١) ، حلية الأولياء (٣٣/١٠) ، وفيات الأعيان (١ - ٢٤٠) والأعلام (٢٣٥/٢) .

(٣) أورد نحوه أبو نعيم في حلية الأولياء (١٠ ٣٩) .

(٤) الحجر : ٤٩ ، ٥٠ .

مقدمہ

میں ازلی ابدی اللہ کی تعریف کرتا ہوں کہ اس نے نور احمدی ﷺ کو چمکایا اور ضیاء محمدی ﷺ کو عالم وجود میں بلند تر کیا۔ جس کی تعریف عالم وجود میں محمود سے کی گئی اور عرب وعجم پر طرح طرح کی نعمتیں اور قسم قسم کی سخاوتیں نچھاور کیں۔ اور آپ ﷺ کو تمام لوگوں کیلئے موجب ہدایت وتحفہ، رحمت و رافت بنا کر بھیجا، وہی رحم فرمانے والا محبت فرمانے والا جس نے اس مولود (پیدا ہونے والے) کو بہترین ٹھکانے میں پیدا فرمایا اور وہ ربیع الاول کا مہینہ ہے جیسا کہ اس پر اتفاق امت ہے اللہ پاک نے آپ ﷺ کو شرف و کرم بخشا اور آپ ﷺ پر احسان و انعام فرمایا، اپنی قربت عطا کی اور اپنا برگزیدہ کیا۔
ایک صاحب حال نے کیا خوب فرمایا ہے۔

''اسلام میں اس مہینے کو فضیلت اور شان حاصل ہے۔ جو دوسرے مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ سو اس میں پیدا ہونے والے کا نام بھی محمد (قابل تعریف) اور معنی (ستودہ ذات و صفات) بھی قابل تعریف اور آپ کے ظہور کے وقت کئی نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ بہار میں بہار، بہار میں بہار، اور نور پر نور، نور پر نور۔''

بعثت مصطفیٰ ﷺ مسلمانوں کے لیئے ہدایت اور مشرکوں پر حجت ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم اور فرقان حکیم میں فرمایا: ﴿بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے (اے لوگو!) وہ تمہارے لئے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزو مند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لئے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے

ہیں۔﴾ (القرآن، التوبہ، ۹: ۱۲۸)

اور اس خبر سے ظاہر ہے جو کہ مختلف انواع کے ساتھ صادر ہوتے ہوئے حصول انوار پر مشتمل ہے اور حرف تحقیق کے ساتھ اس کو تاکیداً بیان کیا گیا ہے، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کا ان کے پاس آنا علامات عنایت اور بلندیوں کی توفیق میں سے ہے۔ اور یہ خطاب عام ہے جو کہ مؤمنوں اور کافروں کو شامل ہے لیکن یہ پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور دوسروں کے لئے حجت ہے، جس طرح کہ نیل کا پانی محبوبوں کے لئے پانی ہے اور مجوبوں کے لئے خون ہے۔ یہاں تک کہ تمہارے پاس آپ ﷺ کی تشریف آوری کا وعدہ پورا ہوا اور اس کا مقصود تمہارے سامنے اس فرمان الٰہی میں مقتضی ہے:

﴿اور پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جن لوگوں نے میری ہدایت کی پیروی کی تو ان پر نہ کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ٥ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے ٥﴾ (القرآن، البقرۃ، ۲: ۳۸، ۳۹)

إن شرطیہ موکدہ زائدہ کو رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے میں استعمال کرنا کامل دلالت اور شامل علامت ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں مگر اس کا وعدہ پورا کرنا اس کے فضل اور بندوں پر کرم کرنے کی بناء پر ہے اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اگر ہم نبی پاک ﷺ کو تمہارے پاس نہ بھی بھیجتے تو آپ کے اپنے درجے میں کوئی کمی نہ آتی اور حضور ﷺ تمہاری خوبیوں کی وجہ سے تمہارے پاس تشریف نہیں لائے کیونکہ وہ تو ہماری بارگاہ میں مقرب اور ہمارے ہاں معظم ہیں اور وہ مخلوق کی طرف متوجہ ہو کر بارگاہِ خداوندی سے غائب ہونا پسند نہیں کرتے تم نے ''ابان الخاص'' کو نہ دیکھا جو ابراہیم الخواص'' کے غلاموں میں سے تھے ان پر جب بھی حکومت کے عہدے اور مناصب جلیلہ پیش کیے جاتے آپ انہیں قبول نہ کرتے اور بارگاہ ایزدی کی طرف متوجہ رہتے لیکن حضور ﷺ نے اپنے ارادے کو حق تعالیٰ کے منشاء و ارادہ کے سامنے ترک کر دیا جیسا کہ شان ہے مراد اور مرید کی کسی نے کیا خوب کہا۔

''میں تو دوست سے ملنا چاہتا ہوں اور وہ میری جدائی چاہتا ہے سو میں اپنے ارادے کو اس

کے ارادے پر قربان کر دیتا ہوں۔“

یہ ہے مرتبہ اربابِ احوال میں سے اہلِ کمال کا جو تجلیاتِ جمال وجلال کے جامع ہوتے ہیں اور محبوبِ حقیقی کے ماسوا کی طرف رخ کرنے یا پیٹھ کرنے سے فانی ہوتے ہیں۔

یونہی بایزید بسطامیؒ (ان کا نام طیفور بن عیسی بسطامی تھا اور پیدائش ۱۸۸ ھجری مطابق ۸۰۴ عیسوی ہے اور بسطام ایک شہر ہے عراق اور خراسان کے درمیان وہیں آپکی وفات ہوئی بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ وحدت الوجود کے قائل تھے اور مذہب فنا کے بانی) ان سے جب پوچھا گیا کہ کیا چاہتے ہو انہوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا کوئی ارادہ نہ ہو۔

بعض اہلِ تحقیق وتدقیق نے ان دونوں باتوں میں یوں موافقت پیدا کی ہے کہ صوفیائے کرام کے ہاں یہ بھی ایک ارادہ ہے کیونکہ عدم ارادہ کا ارادہ کرنا بھی ماسوا سے نفی کی طرف اشارہ ہے اور یہ حالتِ تسلیم ورضا بالقضا کی طرف اشارہ ہے (یعنی اس کے فیصلوں کے سامنے ہمارا سرِ تسلیم خم ہے) پھر ”رَسُوْلٌ“ کی تنوین تعظیم وتکریم کیلئے ہے گویا اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ یقیناً تمہارے پاس تشریف لائے وہ رسول جو تمہیں میں سے ہیں۔ جو کریم ہے ربِ کریم کی طرف سے کتابِ کریم کے ساتھ۔ اس میں گویا دعا ہے راحت کی طرف، پھولوں کی طرف، نعمتوں بھرے باغات کی طرف اور اس سے بڑھ کر ربِ کریم کی ملاقات کی بشارت ہے اور اس کے اندر جہنم کی گرمی سے ڈرایا جارہا ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿(اے حبیب) آپ میرے بندوں کو بتا دیجئے کہ میں ہی بے شک بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہوں ○ اور (اس بات سے بھی آگاہ کر دیجئے) کہ میرا ہی عذاب بڑا دردناک عذاب ہے۔﴾ (القرآن، الحجر، ۱۵: ۴۹، ۵۰)

● فضل النبي على سائر النبيين :

ومن عظمة هذا الرسول أنه أخذ الميثاق من الأنبياء الكرام والرسل العظام أن كل من أدرك وقت مجيئه بالرسالة – على جهة العظمة والجلالة – آمن به ، ونصره ، وأظهر كماله كما أشار إليه المفسرون في قوله تعالى : ﴿ **وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا ءَاتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ** ﴾[1] وقد هدى عليه السلام إلى هذا المقام العالي بقوله : « **لو كان موسى حيا لما وسعه إلا اتباعي** »[2] وأومأ إلى ذلك بل إلى أنه فوق ما هنالك في المرتبة بقوله : « **آدم ومن دونه تحت لوائي يوم القيامة** »[3] ثم كأنه سبحانه يقول : اعلموا أنه – ﷺ – ما جاءكم إلى جانبكم إلا باعتبار القالب الصوري على وجه الظهور النوري ، ولكنه باعتبار القلب الحضوري واقف عند بابها حاضر في جنابنا لا يغيب من البين لحة عين فهو مجمع البحرين ، لأنه غريب عندكم وقريب إلينا ، وبائن عنكم وكائن علينا ، وفَرْشِيّ معكم وعَرْشِيّ لدينا ، ومع هذا مرجعه إلى الحضرة وإن طالت الغيبة ، كما هو شأن الرسول بالنسبة إلى المرسل بعد حصول المقصد الموصل ففيه خرج الهنا بالعزاء على ما عليه جميع نعيم الدنيا بظهور البقاء وتعقيب الفناء .

ومن الغريب أنهما وقعا في موسم واحد وربيع متحد على السواء كما وقع من عجائب التاريخ أن عرس « **ميمونة** » – رضي الله عنها – كان بسرف[4] حيث

(١) آل عمران : ٨١ .

(٢) أخرجه أحمد في المسند (٣٨٧/٣) والبزار كما في مجمع الزوائد للهيثمي (١٧٣/١) وقال الهيثمي : فيه مجالد بن سعيد ضعفه أحمد ويحيى بن سعيد وغيرهما . وأبو يعلى كما في الدر المنثور للسيوطي (٤٨/٢) ، والحديث عن جابر قال : قال رسول الله – ﷺ – : « لا تسألوا أهل الكتاب عن شيء فإنهم لن يهدوكم وقد ضلوا إنكم إما أن تصدقوا بباطل . وإما أن تكذبوا بحق وإنه والله لو كان موسى حيا بين أظهركم ما حل له إلا أن يتبعني » .

(٣) أخرجه أحمد في المسند (٢٨١/١ ، ٢٩٥) ، والترمذي في سننه . كتاب المناقب . باب فضل النبي – ﷺ – (١٠٢/١٣ ، ١٠٣) وقال : حسن صحيح وقد روى بهذا الإسناد عن أبي نضرة عن ابن عباس عن النبي – ﷺ – : « أنا سيد ولد آدم يوم القيامة وبيدي لواء الحمد ولا فخر وما من نبي يومئذ آدم فمن سواه إلا تحت لوائي وأنا أول من تنشق عنه الأرض ولا فخر » .

(٤) سرف : موضع بالقرب من مكة . تزوج به رسول الله – ﷺ – ميمونة بنت الحارث . وقال عبيد الله بن قيس :

سرفٌ منزلٌ لسلمة فالظهر ... أن منا منازلٌ فالقصيمْ

نبی پاک ﷺ کی فضیلت باقی انبیاء پر

اور اس رسول پاک ﷺ کی ایک عظمت یہ بھی ہے کہ تمام معزز نبیوں اور بڑے بڑے رسولوں سے یہ پکا وعدہ لیا گیا کہ جو بھی آپ ﷺ کی رسالت کا زمانہ پائے آپ ﷺ کی عظمت و جلالت کے پیش نظر آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی مدد کرے۔ اور آپ ﷺ کے کمالات کو اس طرح ظاہر کیا جیسا کہ اس کی طرف مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت اشارہ کیا: ﴿اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کردوں پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانیوالا ہو جو تمہارے ساتھ ہونگی تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے۔﴾ (القرآن، آل عمران، ۳: ۸۱)

اور آپ ﷺ اپنے اس فرمان سے مقام بلند کی راہنمائی فرمائی: ''اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو چارہ نہ ہوتا۔'' اور اسی کی طرف آپ ﷺ نے اشارہ کیا بلکہ اس سے بھی اونچے مقام کی طرف اپنے اس فرمان سے: (آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام مخلوق قیامت کے دن میرے جھنڈے تلے ہوگی۔) پھر گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں معلوم ہو کہ حضور نبی اکرم ﷺ تمہاری طرف محض جسمانی پیکر کے اعتبار سے ظہور نوری کے طور پر تشریف لائے ہیں اور ہماری بارگاہ میں حاضر ہیں اور لمحہ بھر بھی اس اثناء میں درمیان سے غائب نہیں ہوتے۔ سو آپ ﷺ مجمع البحرین (دو سمندروں کے ملنے کی جگہ) ہیں کیونکہ تمہارے ہاں اجنبی اور ہمارے قریب ہیں۔ تم سے جدا اور ہماری طرف متوجہ ہیں تمہارے ساتھ قرشی (قریشی) اور ہمارے ہاں عرشی۔ اور اس کے باوجود انہوں نے حضرت الٰہیہ کی طرف لوٹنا ہے اگرچہ غیبت کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو جیسے کہ قاصد اور اس کے بھیجنے والے کا تعلق مقصد حاصل ہونے کے بعد۔ یہاں خوشی اور غم دونوں کا ظہور ہے جیسا کہ دنیا کی تمام نعمتیں جب باقی ہوں اور فناء ہونے کے بعد۔ اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ دونوں (میلاد اور وفات) ایک ہی موسم یعنی ربیع الاول میں واقع ہوئیں جیسے کہ عجیب تاریخی اتفاق ہے کہ رسول اللہ سے ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث کی شادی مقام سرف

بنى بها وهنّاها ووقع فيه موتها ودفنها وعزاها ، فسبحان الحي الذى لا يموت ، ولا يفوت ولا يزول ولا يحول والحمد لله الذى أحيانا بالإسلام ، وجعلنا من أمة محمد - عليه الصلاة والسلام - الذى هو متمنى الأنبياء الكرام فمجيئه - عليه الصلاة والسلام - من تمام النعمة وغاية الإكرام ، وجب الإقبال والاستقبال فى زمان الأشكال ومكان الإيصال ، وقد جمع الله تعالى من محض الأفضال بين حصول النعمتين العظيمتين لأهل البقعتين الكريمتين أعنى الحرمين الشريفين ، والمحلين المنيفين ، زادهما الله تشريفا وتكريما ومهابة وتعظيما حيث وقع المولد المكرم بمكة الأمينة ، والمدفن المعظم فى المدينة السكينة على ساكنها من الصلاة أوصلُها ، ومن التحيات أكملُها ، وقد قام أهل كل بما هو أهل له ، وفعل كل من الجميل ما هو ميسر ، وسهل له من زيارة المولد والمولود وحصل لهم غاية الفوز ونهاية المقصود .

● *الاحتفال بالمولد النبوى لم ينقل عن أحد من السلف فى القرون الثلاثة الأولى :*

قال شيخ مشايخنا الإمام العلامة الحبر البحر الفهامة شمس الدين محمد السخاوى[1]- بلغه الله المقام العالى - : وكنت ممن تشرف بإدراك المولد فى مكة المشرفة عنده سنين وتعرف ما اشتمل عليه من البركة المشار لبعضها بالتعيين ، وتكررت زيارتى فيه لمحل المولد المستفيض ، وتصورت[2] فكر فيما هنالك من الفخر الطويل العريض . قال[3]: وأصل عمل المولد الشريف لم ينقل عن أحد من السلف الصالح فى القرون الثلاثة الفاضلة ، وإنما حدث بعدها بالمقاصد الحسنة ، والنية التى للإخلاص شاملة ، ثم لازال أهل الإسلام فى سائر الأقطار والمدن العظام يحتفلون فى شهر مولده - ﷺ - وشرف وكرم بعمل الولائم البديعة ، والمطاعم المشتملة

---

(١) محمد بن عبد الرحمن بن محمد ، شمس الدين السخاوى : مؤرخ . عالم بالحديث والتفسير والأدب ، أصله من سخا - إحدى قرى مصر - مولده ٨٣١ هـ بالقاهرة ووفاته بالمدينة عام ٩٠٢ هـ . له مؤلفات كثيرة بلغت مائتين ، انظر : الأعلام للزركلى (١٩٤/٦) ، شذرات الذهب (١٥/٨) .

(٢) أى شاهدت ما هنا لك من احتفال بالمولد النبوى .

(٣) قال السخاوى هذا النص فى كتاب الفتاوى ، راجع كتاب الباعث على إنكار البدع والحوادث (ص/٣٦) .

مکہ معظمہ کے قریب ایک جگہ) پر ہوئی اور وہیں آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور وہیں آپ رضی اللہ عنہا دفن ہوئیں تو پاک ہے وہ ذات جو ہمیشہ زندہ ہے جو کبھی مرے نہ فنا ہو نہ اپنے اصول سے ہٹے سو اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں اسلام کے ساتھ زندہ رکھا اور ہمیں محمد ﷺ کا اُمتی بنایا جن کی تمنا تمام نبیوں نے کی سو آپ ﷺ کا تشریف لانا نعمت کا کمال اور انتہائی عزت افزائی ہے لازم ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے اور اس کا میلاد پاک کے موسم میں استقبال کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے حرمین شریفین کے لوگوں کے لئے ان دونوں نعمتوں کو جمع فرمادیا کہ میلاد پاک کو مکہ معظمہ میں اور روضہ پاک ﷺ مدینہ طیبہ میں۔ یہاں رہنے والے آقا پر پہنچے والے اور کامل ترین سلام اور ہر آدمی جس خدمت کا اہل تھا وہ اس کے لئے کوشاں ہوا اور ہر کام جو کرسکتا تھا اس نے کیا اور جو اچھی سے اچھی خدمت ممکن تھی وہ بجالایا اور لوگوں کیلئے آپ ﷺ کی جائے پیدائش اور روضہ پاک کی زیارت آسان ہوگئی اور ان کو انتہائی کامیابی اور غایت مقصود حاصل ہوا۔

محفل میلاد ﷺ پہلی تین صدیوں میں کسی سے منقول نہیں

ہمارے مشائخ کے شیخ امام علامہ سمندر جیسے علم کا عالم، صاحب فہم شمس الدین محمد السخاوی (اللہ ان کو مقامِ بلند تک پہنچائے) نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں کئی سال تک میں محفلِ میلاد کی شرکت سے مشرف ہوا اور مجھے معلوم ہوا کہ یہ محفل پاک کتنی برکتوں پر مشتمل ہے اور بار بار میں نے مقامِ مولد کی زیارت کی اور میری سوچ کو بہت فخر حاصل ہوا۔ فرمایا مولد شریف کے عمل کی اصل تین فضیلت والے زمانوں میں کسی بزرگ سے منقول نہیں۔ اور یہ عمل بعد میں نیک مقاصد کے حصول کیلئے شروع ہوا اور اس میں خلوصِ نیت شامل ہے پھر ہمیشہ اہلِ اسلام تمام علاقوں اور بڑے بڑے شہروں میں حضور ﷺ کے میلاد کے مہینے میں محفلیں برپا کرتے ہیں اور عجیب وغریب رونقوں اور نئے سے نئے عمدہ کھانوں کا اہتمام کرتے ہیں

على الأمور البهية والبديعة ، ويتصدقون في لياليه بأنواع الصدقات ، ويظهرون المسرات ويزيدون في المبرات ، بل يعتنون بقراءة مولده الكريم ، ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عظيم عميم ، بحيث كان مما جرب كما قال الإمام شمس الدين بن الجزرى المقرى[1]: أنه أمان تام في ذلك العام وبشرى تعجل بنيل ما ينبغى ويرام .

● احتفال أهل مصر والشام بالمولد النبوى الشريف :

قال : فأكثرهم بذلك عناية أهل مصر والشام ، ولسلطان مصر في تلك الليلة من العام أعظم مقام . قال : ولقد حضرت في سنة خمس وثمانين وسبعمائة ليلة المولد عند الملك الظاهر برقوق[2]- رحمه الله - بقلعة الجبل العليّة ، فرأيت ما هالني وسرني وما ساءني ، وحَزَرْتُ ما أنفق في تلك الليلة على القراء والحاضرين من الوعاظ والمنشدين وغيرهم من الأتباع والغلمان والخدام المترددين بنحو عشرة آلاف مثقال من الذهب ما بين خِلَع[3] ومطعوم ومشروب ومشموم وشموع وغيرها ما يستقيم به الضلوع ، وعددت في ذلك خمسا وعشرين من القراء الصيتين[4] المرجو كونهم مثبتين ، ولا نزل واحد منهم إلا بنحو عشرين خلعة من السلطان ومن الأمراء الأعيان .

قال السخاوى : قلت : ولم يزل ملوك مصر خدام الحرمين الشريفين ممن وفقهم الله لهدم كثير من المناكير والشين[5] ونظروا في أمر الرعية كالوالد لولده ، وشهروا أنفسهم بالعدل ، فأسعفهم الله بجنده ومدده كالملك السعيد الشهيد الظاهر المصدق

---

(١) ابن الجزرى : هو محمد بن محمد بن على بن يوسف ، ابو الخير ، شمس الدين العمرى الدمشقى الشافعى ، معروف بابن الجزرى ، كان شيخ القراء في زمانه ، من حفاظ الحديث ، ولد ونشأ في دمشق ، بنى بها مدرسة ، سماها : دار القرآن ، رحل إلى مصر وبلاد الروم . ترك مؤلفات جمة . انظر : الأعلام للزركلى (٧/٤٥) .

(٢) برقوق بن أنص ويقال : ابن أنس العثمانى ، أبو سعيد ، أول من ملك مصر من الشراكسة ، لقب بالملك الظاهر ، حكم مصر والشام ، وقام بأعمال من الإصلاح ، انتزع منه الملك ، ٧٩١ على يد الصالح ، ولكن هزم الصالح في الشام ثم عاد إلى مصر سلطانا سنه ٧٩٢ هـ قال عنه السخاوى : كان طماعاً جداً لا يقدم على جمع المال شيئا . انظر : الاعلام (٢/٤٨) .

(٣) خلع : جمع خِلْعة ، وهى ما يخلعه السلطان على منْ يريد مكافأته من ملابس سلطانية .

(٤) أى القراء المعروفين المشهورين . ذوى الصِّيت والصوت الحسن .

(٥) الشين : العيوب ، فيقال : شانه أى عابه .

اور ان دنوں طرح طرح کے صدقات وخیرات کے ذریعے خوشیوں کا اظہار اور نیکیوں میں اضافہ کرتے ہیں بلکہ آپ ﷺ کے میلاد پاک کو کار ثواب سمجھتے ہیں اور ان پر اس کی برکتیں اور عام فضل وکرم ظاہر ہوتا ہے اس سب کا تجربہ ہو چکا ہے جیسا کہ امام شمس الدین بن الجزری المقری نے فرمایا کہ محفل میلاد پورے سال کیلئے امن وامان اور مقاصد حاصل کرنے کیلئے مجرب نسخہ ہے۔

مصر اور شام کے لوگوں کا میلاد ﷺ منانا

اس طرف زیادہ توجہ مصر اور شام کے لوگوں نے دی ہے اور سال کی ان راتوں میں بادشاہ مصر بلند مقام پر فائز ہوتا ہے۔ فرمایا" میں سن ۷۸۵ھ میلاد کی رات بادشاہ الظاہر برقوق کی منعقد کردہ ایک محفلِ میلاد میں حاضر ہوا جو ایک اونچے پہاڑ کے اوپر واقع قلعہ میں منعقد ہوئی میں نے جو منظر دیکھا اس نے مجھے حیرت زدہ کر دیا اور میں اس سے بڑا خوش ہوا اور مجھے اس میں کوئی برائی نظر نہیں آئی اور جو کچھ اس رات میں قراء، حاضرین مجلس، واعظین اور نعت خوانان دوسرے چیدکار لڑکے اور خدام جو شریکِ محفل تھے ان پر اس رات جو کچھ خرچ کیا گیا وہ تقریباً دس ہزار مثقال سونا تھا جس میں ہر ایک کو خلعت، کھانے، مشروبات، خوشبوئیں اور شمعیں وغیرہ کے اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔ اور میں نے پچیس خوش آواز قراء کو شمار کیا جو ان محافل میں ہمیشہ رہتے تھے۔ بادشاہ، امراء اور اعیان سلطنت کی طرف سے کسی کو بھی بیس خلعتوں سے کم نوازا نہیں گیا۔

علامہ سخاویؒ نے کہا مصر کے بادشاہ ہمیشہ حرمین شریفین کے حقیقی خادم رہے ہیں اور اللہ کی توفیق سے انہوں نے بہت ساری برائیوں اور خرابیوں کا خاتمہ کیا۔ بادشاہ رعایا کا ایسے خیال رکھتا ہے جیسے باپ اپنی اولاد کا خیال رکھتا ہے اور انہوں نے اپنے آپ کو عدل وانصاف کے لیے وقف کر رکھا تھا سو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے لشکر اور مدد سے قوت دی جیسے کہ بادشاہ نیک بخت وشہید ظاہر المصدق ابو سعید جقمق محفلِ میلاد کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور ہمیشہ اپنے نبی پاک ﷺ کے راستے کی طرف متوجہ رہتے تھے ان کے دورِ حکومت میں قراء کی جماعت یقیناً تیس سے

أبي سعيد جقمق(١) يعنون به ويتوجهون لطريق بيبه بحيث ارتقت جوق(٢) القراء في أيامه بيقين للزيادة على الثلاثين فذكروا بكل جميل وكفوا من المهمات كل عريض وطويل .

● **كيف كان ملوك الأندلس يحتفلون بالمولد ؟ :**

وأما ملوك الأندلس والغرب فلهم فيه ليلة تسير بها الركبان يجتمع فيها أئمة العلماء الأعلام فمن يليهم من كل مكان وعلوا بين أهل الكفر كلمة الإيمان ، وأظن أهل الروم لا يتخلفون عن ذلك ، اقتفاء بغيرهم من الملوك فيما هنالك

● **الاحتفال في بلاد الهند :**

وبلاد الهند تزيد على غيرها بكثير كما أعلمنيه بعض أولي النقد والتحرير .

● **احتفال العجم :**

قلت وأما العجم فمن حيث دخل هذا الشهر المعظم والزمان المكرم لأهلها مجالس فخام من أنواع الطعام للقراء الكرام والفقراء من الخاص والعام ، وقراءات الختمات والتلاوات المتواليات والإنشادات المتعاليات ، وأنواع السرور وأصناف الحبور(٣) حتى بعض العجائز – من غزلهن ونسجهن – يجمعن ما يقمن بجمعه الأكابر والأعيان وبضيافتهن ما يقدرن عليه في ذلك الزمان ، ومن تعظيم مشايخهم وعلمائهم هذا المولد المعظم والمجلس المكرم أنه لا يأباه أحد في حضوره ، رجاء إدراك نوره وسروره .

وقد وقع لشيخ مشايخنا مولانا زين الدين محمود الهمداني النقشبندي – قدس الله سره العلي – أنه أراد سلطان الزمان وخاقان الدوران همايون باد شاه تغمده الله وأحسن مثواه أن يجتمع به ويحصل له المدد والمدد بسببه فأباه الشيخ ، وامتنع

---

(١) جقمق العلائي الظاهري سيف الدين ، أبو سعيد من ملوك دولة الشراكسة بمصر والشام والحجاز ، ولي أعمالاً في دولتي الملك المؤيد ، ثم آلت له السلطنة ، وانتظم له الأمر إلى أن توفي بالقاهرة ، عاش نيفا و ٨٠ سنة ، قال عنه ابن إياس كان ملكاً عظيما حليلا متواضعا كريما ، كان فصيحاً بالعربية ، انظر شذرات الذهب (٧/٢٩١) والأعلام (٢/١٣٢)

(٢) الجوق الجماعة من الناس

(٣) الحبور النعمة وسعة العيش . وفي ذكر أهل الجنة « فرأى ما فيها من الحبرة والسرور » ويقال حبرت الشيء تحبيرًا إذا حسنته

اور تھی سو ہر خوبی کے ساتھ ان کو یاد کیا جاتا ہے اور ہر لمبی چوڑی پریشان کن باتوں سے ان کو بچایا جاتا ہے۔

اندلس (اسپین) کے بادشاہ محفل میلاد ﷺ کیسے مناتے تھے

اندلس اور مغرب (یورپ) کے بادشاہ اس رات کو شاہسواروں کے ساتھ محفلِ میلاد ﷺ میں شامل ہوتے اس محفل میں بڑے بڑے علماء ائمہ اور ان کے ساتھی ہر جگہ سے جمع ہوتے اور کافروں کے درمیان کلمۂ ایمان بلند کرتے میرے خیال میں رومی بھی اس سے پیچھے نہیں رہتے تھے اور باقی بادشاہوں کے ساتھ قدم بقدم چلتے۔

ہندوستان میں محفل میلاد ﷺ

ہندوستان کے لوگ جیسا کہ مجھے بعض نقد و جرح کرنے والے اور لکھنے والوں نے بتایا دوسروں سے بہت آگے تھے۔

عجم میں محافل میلاد ﷺ

رہ گیا عجم تو جب بھی یہ عظیم الشان مہینہ اور قابلِ احترام وقت آتا ہے یہاں کے لوگ بڑی بڑی محفلیں سجاتے ہیں قسم قسم کے کھانے قراء کرام اور خاص و عام فقراء کیلئے تیار کرتے ہیں۔ ختم، مسلسل تلاوتیں، اعلیٰ قسم کی نعتیں، طرح طرح کی خوشیاں اور قسم قسم کی نعمتوں کا اہتمام کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض بوڑھی عورتیں چرخہ کات کر اور کپڑا بن کر بڑے بڑے اجتماعات کا اہتمام کرتی ہیں جن میں بڑے بڑے بزرگ شامل ہوتے ہیں اور ایسی ضیافتیں اس موسم میں کرتی ہیں جو ان کے بس میں ہوں۔ یہاں کے مشائخ اور علماء اس قابلِ تعظیم محفلِ میلاد اور قابلِ تکریم مجلس کی اتنی تعظیم کرتے ہیں کہ کوئی حاضر ہونے سے انکار نہیں کرتا اور ہر ایک اس کا نور و سرور حاصل ہونے کا امیدوار ہوتا ہے۔

ہمارے شیخ المشائخ مولانا زین الدین محمود ہمدانی نقشبندی" کا واقعہ ہے کہ سلطان زمان، خاقان دوران ہمایوں بادشاہ (اللہ تعالیٰ اس پر رحم و کرم کرے اور اس کو اچھا ٹھکانہ دے) نے ارادہ کیا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ شامل ہو جائے اور اس سلسلہ میں اس کو شیخ کی مالی امداد کا موقع مل جائے لیکن شیخ نے اس کا انکار کر دیا اور یہ بات بھی رد کر دی کہ

أيضا أن يأتيه السلطان استدعاء بفضل الرحمن فألح السلطان على وزيره بيوم خاص لأنه لابد من تدبير للاجتماع في المكان ولو في قليل من الزمان ، فسمع الوزير أن الشيخ لا يحضر في دعوة من هناء وعزاء إلا في مولد النبي - عليه السلام - تعظيما لذلك المقام ، فأتى إلى السلطان فأمره بتهيئة أسبابه الملوكانية في أنواع الأطعمة والأشربة ومما يتمم به ويبخر في المجالس العلمية ، ونادى الأكابر والأهالي ، وحضر الشيخ مع بعض الموالي فأخذ السلطان الإبريق بيد الأدب ومعاونه التوفيق والوزير أخذ الطست من تحت أمره رجاء لطفه ونظره وغسلا يدا الشيخ المكرم وحصل لهما ببركة تواضعهما لله ولرسوله - ﷺ - المقام المعظم والجاه المفخم[1].

● **احتفال أهل مكة بالمولد النبوي الشريف :**

قال السخاوي وأما أهل مكة معدن الخير والبركة فيتوجهون إلى المكان المتواتر بين الناس أنه محل مولده وهو في « سوق الليل » رجاء بلوغ كل منهم بذلك المقصد ويزيد اهتمامهم به على يوم العيد حتى قل أن يتخلف عنه أحد من صالح وطالح ، ومقل وسعيد سيما « الشريف صاحب الحجاز » بدون توار وحجاز

قلت : الآن سيماء الشريف لإتيان ذلك المكان ولا في ذلك الزمان ، قال : وجود قاضيها وعالمها البرهاني الشافعي - رحمه الله تعالى - إطعام غالب الواردين وكثير من القاطنين المشاهدين فاخر الأطعمة والحلوى ، ويمد للجمهور في منزله صبيحتها سماطا جامعًا رجاء لكشف البلوى ، وتبعه ولده الجمالي في ذلك للقاطن والسالك . قلت : أما الآن فما بقي من تلك الأطعمة إلا الدخان ، ولا يظهر مما ذكر إلا بريح الريحان فالحال كما قال :

أما الخيام فإنها كخيامهم ... وأرى نساء الحي غير نسائهم

● **احتفال أهل المدينة بالمولد النبوي الشريف :**

ولأهل المدينة - كثرهم الله تعالى - به احتفال وعلى فعله إقبال وكان للملك المظفر صاحب « أربل » - رحمه الله - بذلك فيها أتم العناية واهتماما بشأنه جاوز الغاية فأثنى عليه به العلامة أبو شامة[2] أحد شيوخ النووي السابق في الاستقامة

(١) البركة من الله وحده سبحانه وتعالى ، وروى أن الصحابة كانوا يتبركون بالنبي - ﷺ - ، أما التبرك بالصالحين والمشايخ فالله أعلم بذلك .

(٢) هو الإمام العلامة شيخ الإسلام شهاب الدين عبد الرحمن بن إسماعيل بن إبراهيم المقدسي الدمشقي -

بادشاہ خود ان کے پاس یہ مدد لے کر حاضر ہو اللہ رحمان کے فضل وکرم سے استغناء کا یہ عالم تھا۔ اب بادشاہ نے اپنے وزیر بیرم خان سے کہا کہ اس جگہ محفلِ میلاد کا اہتمام لازمی ہے اگرچہ تھوڑے وقت کیلئے ہی ہو وزیر نے سن رکھا تھا کہ شیخ محفلِ میلاد کے علاوہ خوشی اور غمی کی کسی محفل میں شریک نہیں ہوتے صرف محفلِ میلاد کی تعظیم کرتے ہیں۔ وزیر نے بادشاہ کو مشورہ دیا تو بادشاہ نے شاہانہ اسباب کے ساتھ تیاری کا فرمان جاری کیا کہ طرح طرح کے کھانے مشروبات اور دوسرے لوازمات کا اہتمام کیا جائے اور یہ کہ علمی مجلس میں خوشبو کا بندوبست کیا جائے، بڑے بڑے اکابر اور عوام میں اعلان کر دیا گیا۔ شیخ بھی بعض دوستوں کے ہمراہ حاضر ہوئے بادشاہ نے دست ادب سے لوٹا پکڑا اور اس کے ساتھ معاون اور وزیر نے طشت پکڑی اس امید سے کہ شیخ کا لطف اور نظرِ عنایت حاصل ہو دونوں نے شیخ محترم کے ہاتھ دھلائے چونکہ دونوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے تواضع کی اس کی برکت سے ان کو عظیم مقام اور شان وشوکت حاصل ہوئی۔

اہلِ مکہ کا میلاد ﷺ منانا

امام سخاویؒ نے کہا کہ اہلِ مکہ خیر و برکت کی کان ہیں یہ سارے کے سارے لوگ ہمیشہ "سوق اللیل" میں واقع رسول اللہ ﷺ کے مقامِ ولادت پر تمام لوگوں کے ہمراہ جاتے ہیں اور ہر ایک اس مقصد کو حاصل کرتا ہے۔ عید کے دن اس کا خاص اہتمام ہوتا ہے یہاں تک کہ کوئی نیک یا بد اور کم نصیب یا سعادت مند پیچھے نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ حجاز مقدس کا گورنر بھی بلا ناغہ حاضر ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اب شریفِ مکہ کی اس جگہ اور اس وقت پر تشریف آوری نہیں ہوتی اس نے کہا کہ قاضی مکہ وہاں کے عالم البرہانی الشافعیؒ کا وہاں پر آنا اور آنے والوں کی اکثریت کو کھانا کھلانا اور بہت سارے لوگ جو صرف زیارت کیلئے آتے ہیں ان کو اچھے اچھے کھانے اور مٹھائیاں دینا اور اس مقام پر میلاد کی صبح عوام کی مدد کرنا اس امید پر کہ اس سے مصیبتیں ٹلتی ہیں یہ جاری وساری ہے اس کے بیٹے الجمال نے اس سلسلہ میں اسکی پیروی کی ہے وہ غریب اور مسافر کی خبر گیری کرتا ہے۔ لیکن

في كتابه الباعث على البدع والحوادث[1] وقال مثل هذا الحسن يندب إليه ويشكر فاعله ويثنى عليه ، زاد ابن الجزري ولو لم يكن في ذلك إلا إرغام الشيطان وسرور أهل الإيمان .

قال يعني الجزري : وإذا كان أهل الصليب اتخذوا ليلة مولد نبيهم عيدا أكبر فأهل الإسلام أولى بالتكريم وأجدر .

قلت : لكن يرد عليه أنا مأمورون بمخالفة أهل الكتاب ، ولم يظهر من الشيخ لهذا السؤال جواب .

قال السخاوي : على سبيل الاضراب بل خرج شيخ مشايخ الإسلام ، خاتمة الأئمة الأعلام أبو الفضل ابن حجر[2] الأستاذ المعتبر - تغمده الله برحمته وأسكنه فسيح جنته - فعلمه على أصل ثابت ، إمام يميل إلى الاستناد إليه كل حبر[3] همام ، وهو ما ثبت في الصحيحين من أن النبي - ﷺ - قدم المدينة فوجد اليهود يصومون يوم عاشوراء فسألهم فقالوا هو يوم أغرق الله سبحانه فيه فرعون ، ونجى موسى - عليه السلام - فنحن نصومه شكراً لله - عز وجل - فقال - ﷺ - : « فأنا أحق بموسى - عليه السلام - منكم » فصامه وأمر بصيامه ، وقال : « إن عشنا إلى قابل »[4] الحديث قلت : وافقهم أولا للألفة ثم خالفهم آخرا تحقيقا لصورة

• المعروف بأبي شامة ولد ٥٩٩هـ بدمشق ، وهبه الله عقلا ذكيا وقريحة نقية ، حفظ القرآن كله قبل أن يكمل له من العمر سبع سنين ، تفوق أبو شامة حتى صار محدثا وفقيها ومؤرخا ، انظر تذكرة الحفاظ (١٤٦٠/٤) طبقات الشافعية (١٦٥/٨) للسبكي

(١) انظر كتاب الباعث (ص/٣٧ ، ٣٨) ، أن الاحتفال بالمولد الشريف من الأمور المستحدثة الحسنة ، والاحتفال فيه إشعار بمحبة النبي - ﷺ - وتعظيمه وشكراً لله تعالى على ما منّ به من إيجاد رسوله الذي أرسله رحمة للعالمين

(٢) ابن حجر العسقلاني (٧٧٣ - ٨٥٢ هـ = ١٣٧٢ - ١٤٤٩) اسمه أحمد بن علي بن محمد الكناني العسقلاني ، أبو الفضل ، شهاب الدين من أئمة العلم والتاريخ ، أصله من عسقلان (بفلسطين) مولده ووفاته بالقاهرة ، ولع بالأدب والشعر ، ثم أقبل على الحديث ، علت شهرته ومكانته بين العلماء ، فقصده الناس للأخذ عنه ، وانتشرت مصنفاته في حياته وتهادتها الملوك ، وهي كثيرة جداً ، أشهرها فتح الباري بشرح صحيح البخاري وبلوغ المرام ، والمزيد عن حياته راجع ما يلي : الأعلام للزركلي (١٧٩/٢) والبدر الطالع (٨٧/١) ، معجم المؤلفين (٢٠/٢ - ٢١) ، شذرات الذهب (٧/ ٢٧ - ٢٧٣) ، كشف الظنون (٧/١ ، ٨ ، ١٢ ، ٢١ ، ٢٤) .

(٣) الحِبْر العالم ، والأحْبار هم العلماء ، وكان يقال لابن عباس حَبْر الأمة وذلك لسعة علمه

(٤) أخرجه البخاري في صحيحه ، كتاب الصوم ، باب صيام يوم عاشوراء ، ومسلم في صحيحه ، كتاب الصيام ، باب صوم يوم عاشوراء ، حديث (١٢٧) ، (١٢٨) ، وانظر اللؤلؤ والمرجان ، كتاب الصيام ، باب صوم يوم عاشوراء ، حديث (٦٩١)

میں کہتا ہوں کہ اب ان کھانوں کا صرف دھواں رہ گیا ہے اور مذکورہ چیزوں میں سے پھولوں کی خوشبو رہ گئی ہے اب تو حالت یہ ہے جیسے کسی نے کہا:

"یہ خیمے تو ان خیموں کی طرح ہیں لیکن میرے خیال میں قبیلے کی عورتیں ان کی عورتیں نہیں رہیں"

اہلِ مدینہ کے ہاں محفلِ میلاد

اہلِ مدینہ (اللہ انہیں خیر کثیر عطا فرمائے) محفل میلاد منعقد کرتے ہوئے اس پر پوری توجہ دیتے ہیں۔ ریاست (اربل) کے بادشاہ مظفرؒ نے اس سلسلہ میں ہمیشہ کامل تر شایانِ شان اور حد سے بڑھ کر اہتمام کیا۔ جس کی بناء پر امام نووی (شارح صحیح مسلم) کے شیخ علامہ ابو شامہ (جو صاحب استقامت تھے) نے اپنی کتاب (الباعث علی البدع والحوادث) میں اس بادشاہ کی تعریف کی۔ حسن نے بھی ایسے ہی کہا ہے۔ "محفلِ میلاد مستحب ہے، اس کا اہتمام کرنیوالے کی قدر اور تعریف کیجائے گی" ابن الجزریؒ نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے: "اگرچہ محفل میلاد منانے سے صرف شیطان کی تذلیل اور اہل ایمان کا اظہار مسرت ہی حاصل ہو"

الجزریؒ مزید فرماتے ہیں: "جب اہل صلیب (عیسائیوں) نے اپنے نبی کی پیدائش کی رات کو بڑی عید بنا رکھا ہے تو اہل اسلام اپنے نبی ﷺ کی تعظیم و تکریم کے زیادہ حقدار ہیں۔"

(میں کہتا ہوں) لیکن اس پر یہ سوال وارد ہوگا کہ ہمیں تو اہل کتاب کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے شیخ نے اس سوال کا جواب نہیں دیا۔

توضیح از مترجم

ہمیں اہلِ ایمان کی ہر بات میں مخالفت کا کوئی حکم نہیں صرف ان کی بدعات اور خرافات میں مخالفت کا حکم ہے پہلے انبیاء کے میلاد کا ذکر قرآن و حدیث میں ہے اور ہماری شریعت میں اس کا کوئی انکار وارد نہیں ہوا۔ سو اہل کتاب اپنے انبیاء کا میلاد منائیں یا نہ منائیں ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں، ہم تو قرآن و سنت کے پابند ہیں۔ جہاں متعدد انبیاء کرام کے میلاد کو اہتمام سے بیان کیا گیا ہے ہمارے لئے میلاد کی اہمیت واضح کرنے کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا سند ہو سکتی ہے؟ "ماذا بعد الحق الا الضلال" عبدالقیوم عفی عنہ

المخالفة ، قال أي الشيخ : فيستفاد منه فعل الشكر لله على مامَنّ به في يوم معين من إسداء نعمة أو دفع نقمة ويعاد ذلك في نظير ذلك اليوم في كل سنة ، والشكر لله تعالى يحصل بأنواع العبادة كالصلاة والصيام والتلاوة ، وأي نعمة أعظم من نعمة بروز هذا النبي نبي الرحمة ﷺ

قلت : وفي قوله تعالى : ﴿ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ ﴾[1] إشعار بذلك وإيماء إلى تعظيم وقت مجيئه إلى هنالك . قال : وعلى هذا فينبغي أن يقتصر فيه على ما يفهم الشكر لله تعالى من نحو ما ذكر ، وأما ما يتبعه من السماع واللهو وغيرهما فينبغي أن يقال ما كان من ذلك مباحا بحيث يعين على السرور بذلك اليوم فلا بأس بإلحاقه ، وما كان حراما أو مكروها فيمنع ، وكذا ما كان فيه خلاف ، بل نحسن في أيام الشهر كلها ولياليه يعني كما جاء عن ابن جماعة تمنيه فقد اتصل بنا أن الزاهد القدوة المعمر أبا إسحاق إبراهيم بن عبد الرحيم بن إبراهيم بن جماعة[2] لما كان بالمدينة النبوية على ساكنها أفضل الصلاة وأكمل التحية كان يعمل طعاماً في المولد النبوي ، ويطعم الناس ويقول : لو تمكنت عملت بطول الشهر كل يوم مَولِدًا . قلت : وأنا لما عجزت عن الضيافة الصورية كتبتُ هذه الأوراق لتصير ضيافة معنوية نورية مستمرة على صفحات الدهر غير مختصة بالسنة والشهر وسميته : بالمورد الروي في مولد النبي .

»

● **قراءة المولد :**

قال : وأما قراءة المولد فينبغي أن يقتصر منه على ما أورده أئمة الحديث في تصانيفهم المختصة بذلك « **كالمورد الهني** »[3] وغير مختصة به بل ذكر ضمنا « **كدلائل النبوة للبيهقي** » ، ولا بأس « **بلطائف المعارف** »[4] لابن رجب[5] في

---

(١) التوبة : ١٢٨

(٢) ابن جماعة : هو إبراهيم بن عبد الرحيم بن محمد بن جماعة الكناني أبو إسحاق ، برهان الدين ، الحموي الأصل المقدسي الشافعي : مفسر من القضاة عرّفه صاحب الأنس الجليل بقاضي مصر والشام وخطيب الخطباء وشيخ الشيوخ وكبير طائفة الفقهاء ، وبقية رؤساء الزمان ولد عام ٧٢٥ بمصر ونشأ بدمشق ، وولي قضاء الديار المصرية وكان محببا إلى الناس ، كثير البذل ، وتوفي عام ٧٩٠ هـ ودفن بدمشق انظر الأعلام (٤٦/١ ، ٤٧)

(٣) انظر كشف الظنون (٢/ ١٩٠١)

(٤) انظر كشف الظنون (١٩٠١/٢)

(٥) ابن رجب (٧٣٦ - ٧٩٥ هـ = ١٣٣٥ - ١٣٩٣ م) هو عبد الرحمن بن أحمد بن رجب السلامي البغدادي ثم الدمشقي ، أبو الفرج زين الدين : حافظ للحديث من كبار العلماء ، ولد في بغداد وتوفي

امام سخاویؒ کا فرمان

امام سخاویؒ نے اس بحث سے صرفِ نظر کرتے ہوئے کہا ''بلکہ مشائخ الاسلام کے شیخ بلند مرتبت ائمہ کے خاتم ابوالفضل ابن حجر الاستاذ المعتبر اللہ ان کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور ان کو جنت کے باغ میں سکونت بخشے۔ ایسا امام جس کی طرف سے ہر بڑے عالم اور امام کو سہارا ملتا ہے سو ان کا علم اصل ثابت پر ہے اور وہ صحیحین کی روایت پر مروی ہے۔

کہ نبی پاک ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود یوم عاشوراء کا (دس محرم) کا روزہ رکھتے ہیں آپ نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا یہ وہ دن ہے جس میں اللہ سبحٰنہ نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی سو ہم اللہ عزوجل کے شکر کے طور پر اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا ''میں تم سے بڑھ کر موسیٰ علیہ السلام کا حق دار ہوں'' سو آپ ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس روزے کا امت کو حکم دیا۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے تو علماء سے اتفاق کیا اور پھر تحقیقی صورت میں ان کی مخالفت کی۔ شیخ نے فرمایا اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جس معین دن میں کوئی احسان کیا اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اور وہ احسان عام ہو کہ عطائے نعمت ہو یا دفع عذاب ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کا شکر طرح طرح کی عبادات کے ذریعے کیا جاسکتا ہے مثلاً نماز، روزہ، تلاوت وغیرہ۔ اس نبی ﷺ کے ظہور سے بڑھ کر کونسی نعمت ہوگی۔ (جس کا شکر بجا لانا ہم پر واجب ہے) میں کہتا ہوں کہ فرمانِ باری تعالیٰ (لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ) میں یہی خبر اشارہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے وقت کی تعظیم بجا لائی جائے اور اس لئے ضروری ہے کہ اظہارِ تشکر میں مذکورہ صورتوں پر اکتفا کیا جائے۔

جہاں تک سماع اور کھیل کود کا تعلق ہے تو کہنا چاہیے کہ اس میں سے جو مباح اور جائز ہے اور اس دن کی خوشی میں ممد و معاون ہے تو اس کو میلاد کا حصہ بنانے میں کوئی حرج نہیں اور جو حرام اور مکروہ ہے اس سے منع کیا جائے۔ یونہی جس میں اختلاف ہے بلکہ ہم تو اس مہینے میں تمام شب و روز میں یہ عمل جاری رکھتے ہیں جیسا کہ ابن جماعہ نے فرمایا، ہمیں یہ بات

دمشق - لأن أكثر ما بأيدي الوعاظ منه كذب واختلاق بل لم يزالوا يروون ما هو أقبح وأسمج مما لا تحل روايته ولا سماعه بل يجب على من علم بطلانه إنكاره والأمر بترك قراءته ، على أنه لا ضرورة إلى سياق ذكر المولد بل يكتفى بالتلاوة والإطعام والصدقة وإنشاد شيء من المدائح النبوية والزهدية المحركة للقلوب إلى فعل الخير وعمل الآخرة - والصلاة والسلام على صاحب المولد -.

● متى خُلِق النبي - ﷺ - ؟

واعلم أن في قوله تعالى ﴿ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ ﴾[1] أي رجلٌ موصوف بوصف النبوة والرسالة ، ومبعوث بنعت العظمة والجلالة ، إما إشارة إلى ماله حين بلوغ زمان كماله وظهور أوان جماله ، أو إيماء إلى ما ورد في قوله - ﷺ - « كنت نبيا وآدم بين الماء والطين »[2] وهو وإن قال بعض الحفاظ لم نقف عليه بهذا اللفظ ، لكن جاء معناه في طرق صحيحة منها ما رواه أحمد والبيهقي والحاكم وقال : صحيح الإسناد عن العِرْباض بن سارية عن النبي - ﷺ - قال : « إني مكتوب عند الله خاتم النبيين وإن آدم لمنجدل في طينته »[3] أي لطريح منقى على الأرض قبل نفخ الروح فيه ، ومنها ما رواه أحمد والبخاري في تاريخه ، وأبو نعيم في الحلية ، وصححه الحاكم عن ميسرة الضبي قال قلت يا رسول الله متى كنت نبيا ؟ فقال « وآدم بين الروح والجسد »[4] ويروى « كتبت » من الكتابة ، ومنها خبر الترمذي وحسنه عن أبي هريرة قالوا : يا رسول الله متى وجبت

= في دمشق ، من كتبه : شرح جامع الترمذي ، وجامع العلوم والحكم ، وفضائل الشام ، ولطائف المعارف وهو الكتاب المشار إليه وذيل طبقات الحنابلة ، وأهوال القبور ، ولمزيد عن حياة ابن رجب الحنبلي راجع ما يلي : شذرات الذهب (٦/٣٣٩) و الذيل على طبقات الحنابلة مقدمة الجزء الأول ، والأعلام للزركلي (٣/٢٩٥)

(١) التوبة ، ١٢٨

(٢) أخرجه الترمذي في سننه ، كتاب المناقب ، باب فضل النبي - ﷺ - برقم (٣٦٠٩) وقال : حسن صحيح غريب ، وأخرجه ابن سعد في الطبقات الكبرى (٩/٦٠)

(٣) أخرجه الحاكم في المستدرك (٢/٦٠٠) ، وقال : حديث صحيح الإسناد ، وأحمد في المسند (٤/١٢٧) و (٤/١٢٨)

(٤) أخرجه أحمد في المسند (٥/٥٩) ، أبو نعيم في حلية الأولياء (٩/٥٣)

پہنچی ہے کہ زاہد، قدوۃ، معمر ابو اسحاق ابراہیم بن عبدالرحیم بن ابراہیم بن جماعۃ جب مدینۃ النبی ﷺ میں تھے تو میلادِ نبوی کے موقع پر کھانا تیار کر کے لوگوں کو کھلاتے اور فرماتے اگر میرے بس میں ہوتا تو پورے مہینے کے ہر دن محفلِ میلاد کا اہتمام کرتا۔

میں کہتا ہوں کہ جب میں ظاہری دعوت وضیافت سے عاجز ہوں تو یہ اوراق میں نے لکھ دیے تاکہ یہ معنوی نوری ضیافت ہو جائے اور زمانہ کے صفحات پر ہمیشہ رہے سال کے کسی مہینے سے مختص نہ ہو اور میں نے اس کتاب کا نام "المورد الروی فی مولدالنبی" رکھا ہے۔

مولود پڑھنا۔

جہاں تک مولود شریف پڑھنے کا تعلق ہے تو اس میں انہی باتوں پر اکتفا کرنا چاہیے جنہیں ائمہ حدیث اپنی اس موضوع پر لکھی گئی کتب میں لائے ہیں جیسا کہ "المورد الھنی" یا ایسی کتب جو اس موضوع کیلئے مختص تو نہیں لیکن ان میں میلاد کا ذکر ضمناً آیا ہے جیسے کہ امام بیہقی کی "دلائل النبوۃ" اور عبدالرحمن بن احمد بن رجب السلامی البغدادی کی "لطائف المعارف" کیونکہ اکثر واعظین کی زبانوں پر نہ صرف جھوٹ اور من گھڑت باتیں آجاتی ہیں بلکہ وہ ہمیشہ قوی تر اور بدتر باتیں بیان کرتے رہتے ہیں جن کو بیان کرنا اور سننا جائز نہیں۔ بلکہ جن لوگوں کو ان کے باطل ہونے کا علم ہے ان پر لازم ہے کہ ان کی ایسی باتوں کا انکار کریں اور ان کو نہ پڑھنے کا حکم دیں۔ علاوہ ازیں میلاد کے سیاق وسباق کو بیان کرنے کی ضرورت بھی نہیں بلکہ اس میں قرآن پاک تلاوت کھانا کھلانا صدقہ دینا اور رسول پاک ﷺ کی تعریف میں لکھی گئی نعتیں پڑھنا کافی ہے جو کہ نیکی اور عمل آخرت کی طرف دلوں کو راغب کریں صاحب میلاد پر درود وسلام ہو۔

حضور ﷺ کب پیدا ہوئے؟

جان کہ اللہ کے اس فرمان (لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ) یعنی شخصیت جو وصف رسالت ونبوت سے موصوف ہے اور عظمت وجلالت کی صفت سے متصف ہے یا تو یہ اشارہ ہے آپ ﷺ کے زمانہ کمال اور ظہور جمال کی طرف۔ یا یہ اشارہ ہے اس فرمان کی طرف (کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین) اگرچہ اس روایت کے بارے میں بعض

لك النبوة ؟ قال : « وآدم بين الروح والجسد »(١) وورد : « أنا أول الأنبياء خلقا وآخرهم بعثا » ، وفي صحيح مسلم من حديث عمرو بن العاص أنه - ﷺ - قال : « إن الله كتب مقادير الخلق قبل أن يخلق السموات والأرض بخمسين ألف سنة ﴿ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ ﴾(٢) »(٣) ومن جملة ما كتب في الذكر - وهو أم الكتاب - « أن محمداً خاتم النبيين » ، والمراد : ظهور نبوته للملائكة المقربين ، وعلو روحه في أعلا مقام عليين إعلاما بعظيم شرفه ، وتميزه على سائر الأنبياء والمرسلين ، ثم خصص الإظهار بحالة كون آدم - ﷺ - بين الروح والجسد لأنه أوان دخول الأرواح إلى عالم الأجساد وتميز الذرية والأولاد من الآباء والأجداد.

● الإمام الغزالي يتحدث عن خلق النبي - ﷺ - :

وأجاب الإمام حجة الإسلام(٤) في كتاب « النفخ والتسوية » عن وصفه نفسه بالنبوة قبل وجود ذاته ، وتحقق كمالات صفاته بأن المراد بالخلق هنا التقدير لا الإيجاد فإنه قبل أن تحمل به أمه لم يكن مخلوقا موجودا ولكن الغايات والكمالات سابقة في التقدير لاحقة في الوجود . قال : وهو معنى قولهم : أول الفكر آخر العمل ، وآخر العمل أول الفكرة ، فقوله : « كنت نبيا » أي في التقدير قبل تمام خلق آدم إذ لم ينشأ إلا لينتزع في ذريته محمد - ﷺ - وتحقيقه أن للدار في ذهن المهندس وجودا ذهنيا سببا للوجود الخارجي وسابقا عليه ، والله تعالى يقدر ثم يوجد على وفق التقدير ثانيا ، انتهى ملخصاً .

● الإمام السبكي يتحدث عن خلق روح النبي - ﷺ - :

وذهب السبكي إلى ما هو أحسن ، والمقصود أبين وهو أنه جاء أن الأرواح خلقت قبل الأجساد(٥) فالإشارة . بكنت نبيا ، إلى روحه الشريفة أو حقيقة من

---

(١) أخرجه الترمذي في سننه ، كتاب المناقب ، باب مناقب النبي ﷺ (١٣ / ٩٩) وقال : حسن صحيح غريب من حديث أبي هريرة لا نعرفه إلا من هذا الوجه . وفي الباب عن ميسرة

(٢) هود : ٧ (٣) أورده السيوطي في الدر المنثور (٣ / ٣٢٢)

(٤) هو أبو حامد الغزالي اسمه محمد بن محمد بن محمد الغزالي ، وهو علم من أعلام الفكر الإسلامي ، ولد في مدينة طوس عام ٤٥٠ هـ ، ووهب حياته للتعليم والتعلم والعبادة حتى توفي عام ٥٠٥ هـ . وقد ترك العديد من المؤلفات ، أشهرها إحياء علوم الدين ، وتهافت الفلاسفة ، والاقتصاد في الاعتقاد ، والمنقذ من الضلال ، وميزان العمل ، والقسطاس المستقيم ، ومعيار العلم ، وغيرها .

(٥) في هذه المسألة قولان معروفان ، الأول تقدم الروح على الجسد والثاني تقدم الجسد على الروح

راویوں نے یہ کہا کہ ہمیں یہ الفاظ نہیں ملے لیکن یہ مفہوم صحیح روایات میں موجود ہے ان میں سے ایک وہ روایت ہے جسے امام احمد، بیہقی اور الحاکم نے روایت کیا اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ عرباض بن ساریہ کی روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''میں اللہ کے ہاں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی مٹی کے گارے کی حالت میں تھے یعنی روح پھونکے جانے سے پہلے زمین پر پڑے ہوئے تھے۔''

ایک روایت میں ہے جسے امام احمد نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں، ابونعیم نے حلیہ میں اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

میسرہ الضبی سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کب سے نبی تھے؟ فرمایا ''جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔'' اور ایک روایت میں آتا ہے کہ ''میں اللہ کے ہاں لکھا ہوا تھا''۔ اور ترمذی میں حدیث پاک ہے جس کو انہوں نے حسن قرار دیا ہے اور وہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے صحابہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ آپکو نبوت کب ملی؟ فرمایا (جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔) یہ بھی آیا ہے کہ (پیدائش کے لحاظ سے میں پہلا نبی ہوں اور بعثت کے لحاظ سے آخری نبی ہوں) صحیح مسلم میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوق کی تقادیر لکھیں'' اور ''اس وقت اللہ کا تخت (حکومت) پانی پر تھا''۔ اور جہاں جہاں آپ ﷺ کا ذکر لکھا ہوا ہے ان میں سے ایک ام الکتاب قرآن پاک ہے کہ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت کا ظہور ملائکہ مقربین کے سامنے اور اعلیٰ علیین کے مقام پر ہوا تا کہ آپ ﷺ کی روح کی بلندی بیان کی جائے، آپ ﷺ کی عزت وعظمت کا اعلان ہوجائے اور سارے نبیوں اور رسولوں سے آپ ﷺ کی تمیز ہوجائے۔

پھر آپ ﷺ کی نبوت کا اظہار کیا گیا کہ جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے تو آپ ﷺ نبی تھے کیونکہ یہی وقت تھا کہ جب ارواح عالم اجساد میں داخل ہوئیں اور اولاد آباؤ اجداد سے ممتاز ہوئی۔

حقائقها ولا يعلمها إلا الله ومن حباه بالإطلاع عليها ، ثم إنه تعالى يؤتي بكل حقيقة منها من شاء في أي وقت شاء فحقيقته ﷺ – قد يكون من حين خلق آدم آتاها الله ذلك الوصف بأن خلقها مهيئة له وأفاض عليها من ذلك الوقت فصار نبياً ، وكتب اسمه على العرش ليعلم ملائكته وغيرهم كرامته الرتبة عنده ، فحقيقته موجودة من ذلك الوقت ، وإن تأخر جسده الشريف المتصف بها فحينئذ [تم][*] إيتاؤه النبوة والحكمة وسائر أوصاف حقيقته ، وكمالاته معجل لا تأخير فيه ، وإنما المتأخر تكونه وتنقله في الأصلاب والأرحام الطاهرة إلى أن ظهر على الوجه الأتم – ﷺ – قال : ومن فسر ذلك بعلم الله بأنه سيصير نبيًا لم يصل لهذا المعنى لأن علمه تعالى محيط بجميع الأشياء ، فالوصف بالنبوة في ذلك الوقت ينبغي أن يفهم منه أنه أمر ثابت له فيه وإلا لم يختص بأنه نبي ، إذ الأنبياء كلهم كذلك بالنسبة لعلمه سبحانه وتعالى .

● الإمام القسطلاني يتحدث عن الحقيقة المحمدية :

قال القسطلاني[١] لما تعلقت إرادة الحق تعالى بإيجاد خلقه وتقدير رزقه أبرز الحقيقة المحمدية من الأنوار الصمدية في الحضرة الأحدية ، ثم سلخ منها العوالم كلها علوها وسفلها على صورة حكمه كما سبق في سابق إرادته وعلمه ، ثم أعلمه تعالى بنبوته وبشره برسالته ، وهذا ولم يكن آدم إلا كما قال : بين الروح والجسد ، ثم انبجست[٢] منه – ﷺ – عيون الأرواح ، وظهر بالملأ الأعلى ، وهو بالمنظر الأجلى فكان لهم المورد الأحلى ، فهو – ﷺ – الجنس العالي على جميع الأجناس ، والأب الأكبر لجميع الموجودات والناس ، ولما انتهى الزمان بالاسم الباطن في حقه –

• ومن ذهب إلى تقدم الأرواح على الجسد ، محمد بن نصر المروزي وأبو محمد بن حزم ، والدليل على الأرواح خلقت قبل البدن ، قوله تعالى ﴿ ولقد خلقناكم ثم صورناكم ﴾ [الأعراف ١١] ، وقوله تعالى ﴿ وإذ أخذ ربك من بني آدم من ظهورهم ذريتهم وأشهدهم على أنفسهم ألست بربكم قالوا بلى ﴾ [الأعراف ١٧٢] ، وهذا الإشهاد إنما كان لأرواحنا ، إذ لم تكن الأبدان حينئذ موجودة ، وهذا دليل على تقدم الأرواح على الأبدان وفي تفسير هذه الآية قال أبي بن كعب جمعهم له يومئذ جميعا ما هو كائن إلى يوم القيامة فجعلهم أرواحاً ، ثم صورهم واستنطقهم فتكلموا ، وأخذ عليهم العهد والميثاق

(*) في الأصل : تمي .

(١) الإمام القسطلاني [٨٥١ – ٩٢٣ هـ] هو أحمد بن محمد بن أبي بكر بن عبد الملك القسطلاني المصري ، أبو العباس ، شهاب الدين ، من علماء الحديث ، مولده ووفاته في القاهرة ، له مصنفات كثيرة . انظر الأعلام للزركلي (١/٢٣٢) والبدر الطالع (١/١٠٢) .

(٢) انبجست أي خرجت

امام غزالیؒ کی طرف سے حضور ﷺ کی پیدائش کا ذکر

حجۃ السلام امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "النفخ و التسویۃ" میں اس سوال کا جواب دیا کہ نبی پاک ﷺ اپنے ذاتی وجود سے پہلے وصف نبوت سے کس طرح متصف ہوگئے اور آپ ﷺ کے کمالات صفاتیہ کیسے پائے گئے؟ کہا گیا کہ خلق سے مراد یہاں پر تقدیر اور اندازہ ہے نہ کہ ایجاد اور تخلیق ہے۔ کیونکہ جب تک آپ ﷺ کی والدہ محترمہ حاملہ نہ ہوں آپ موجود اور ظہور پذیر نہیں ہوسکتے تھے لیکن درجات اور کمالات تقدیر میں پہلے اور وجود میں ساتھ تھے۔ فرمایا کہ علماء کے اس قول کا یہی معنی ہے پہلے سوچ اور آخر میں عمل۔ اور یہ فرمان (میں نبی تھا) یعنی تقدیر (علم الٰہی) میں آدم کی تخلیق سے پہلے کیونکہ ان کو صرف اس لئے پیدا کیا گیا کہ ان کی اولاد میں سے محمد ﷺ کو پیدا کیا جائے۔

تحقیق سکی یہ ہے کہ انجینیر کے ذہن میں مکان سے پہلے اس کا نقشہ ہوتا ہے جو اس کے وجود خارجی کا سبب بنتا ہے اللہ تعالیٰ تقدیر بناتا ہے (اندازہ کرتا ہے) پھر اس کے مطابق تخلیق کرتا ہے۔

امام سبکیؒ نبی پاک ﷺ کی روح کی تخلیق کے بارے میں بیان کرتے ہیں

امام سبکیؒ بہت اچھی بات کی طرف گئے جو مقصود کو خوب واضح کرنے والی ہے اور وہ یہ کہ روایت میں آتا ہے کہ" روحیں جسموں سے پہلے پیدا ہوئیں تو (کنت نبیًا) اشارہ ہے آپ ﷺ کی روح پاک کی طرف یا حقائق میں سے ایک حقیقت کی طرف

جسکو اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور وہ جس کو اللہ اس پر مطلع کرنا چاہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہر حقیقت کو جو چاہتا ہے جب چاہتا ہے وجود دیتا ہے۔ سو حضور اکرم ﷺ کی حقیقت کو تخلیق آدم کے وقت اللہ تعالیٰ نے یہ وصف دیا کہ اس کی ماہیت پیدا کی اور اس پر اپنا فیض ڈالا تو آپ ﷺ نبی ہوگئے پھر آپ کا نام عرش کے اوپر لکھا تاکہ ملائکہ اور دوسری مخلوق کو اللہ کے حضور نبی پاک ﷺ کی عزت وعظمت کا پتہ چل جائے۔ تو آپ ﷺ کی حقیقت اسی وقت موجود تھی اگرچہ آپ ﷺ کا جسم پاک جو اس حقیقت کے ساتھ متصف تھا بعد میں ظہور پذیر ہوا تو اب آپ ﷺ کو نبوت وحکمت اور تمام اوصاف حقیقیہ اور کرامات کا

ﷺ - إلى وجود جسمه وارتباط الروح به انتقل حكم الزمان إلى اسمه الظاهر مظهر محمد - ﷺ - وإن تأخرت طينته فقد عرفت قيمته فهو خزانة السر وموضع نفوذ الأمر، فلا ينفذ أمر إلا منه ولا ينقل خير إلا عنه:

ألا بأبي من كان ملكا وسيدا ... وآدم بين الماء والطين واقف
فذاك الرسول الأبطحي محمد ... له في العلا مجد تليد وطارف
أتى بزمان السعد في آخر المدى ... فكان له في كل عصر مواقف
إذا رام أمرا لا يكون خلافه ... وليس لذاك الأمر في الكون صارف

● لماذا تقدم النبي - ﷺ - على سائر الأنبياء؟:

قال: وروينا في جزء من «**أمالي أبي سهل القطان**» عن سهل بن صالح الهمداني قال: سألت أبا جعفر محمد بن علي كيف صار محمد - ﷺ - يتقدم الأنبياء، وهو آخر من بعث؟ قال: إن الله تعالى لما أخذ من بني آدم من ظهورهم ذريتهم وأشهدهم على أنفسهم ألست بربكم كان محمد - ﷺ - أول من قال «بلى»(١).

وأخرج ابن سعد عن الشعبي: «**متى كنت نبيا يارسول الله؟**» قال: «**وآدم بين الروح والجسد حين أخذ من الميثاق**»(٢) وهو يدل على آدم لما صور طينا استخرج منه محمد - ﷺ - ونبئ وأخذ منه الميثاق ثم أعيد إلى ظهره ليخرج أوان وجوده فهو أولهم خلقا، وخلق آدم السابق كان موتا لا روح فيه، وهو - ﷺ - كان حيا حين استخرج، ونبئ وأخذ منه ميثاقه، فهو أول النبيين خلقا وآخرهم بعثا، ولا ينافي هذا أن استخراج ذرية آدم إنما كان بعد نفخ الروح فيه لأنه - ﷺ - خص من بين بني آدم بذلك الاستخراج الأول، وفي تفسير العماد ابن كثير عن علي وابن عباس - رضي الله عنه - في قوله تعالى **﴿وإذ أخذ الله ميثاق النبيين﴾**(٣) أن الله لم يبعث نبيا إلا أخذ العهد عليه في محمد - ﷺ - لئن بعث وهو حي ليؤمنن به ولينصرنه ويأخذ العهد بذلك على قومه(٤).

وأخذ السبكي من الآية أنه - ﷺ - على تقدير مجيئه في زمانه مرسل إليهم

---

(١) أخرج أبو نعيم في دلائل النبوة، قال: قال رسول الله ﷺ: «كنت أول النبيين في الخلق وآخرهم في البعث، وذلك في قوله تعالى ﴿وإذ أخذنا من النبيين ميثاقهم﴾ (الأحزاب ٧)

(٢) أخرجه ابن سعد في الطبقات الكبرى (٧/ ٥٩)

(٣) آل عمران ٨١ (٤) انظر تفسير ابن كثير، سورة آل عمران الآية (٨٠) (١/ ٣٧٦)

ملنا فوری طور پر ہوا جس میں کوئی تاخیر نہیں ہوئی۔ تاخیر جس چیز میں ہوئی وہ آپ ﷺ کے وجود پاکیزہ پشتوں اور رحموں میں کا منتقل ہونا تھا یہاں تک آپ ﷺ مکمل طور پر ظہور پذیر ہوگئے۔ اور جس آدمی نے ان روایات کی یہ تفسیر کی ہے کہ حضور ﷺ کا نبی ہونا اللہ کے علم میں تھا اور کوئی اس مفہوم تک نہیں پہنچ پایا کیونکہ اللہ کا علم تو تمام چیزوں پر محیط ہے اس وقت آپ ﷺ کو نبوت کے ساتھ متصف کرنے کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ آپ ﷺ وصف نبوت سے موصوف تھے۔ ورنہ اس میں کوئی خصوصیت نہ رہے گی کہ حضور نبی اکرم ﷺ تھے کیونکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے علم میں تو سارے انبیاء ایسے ہی تھے۔

امام قسطلانی اور حقیقتِ محمدیہ ﷺ

امام قسطلانی نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ مخلوق کے پیدا کرنے اور اس کے رزق مقرر کرنے کا ہوا تو اس نے بارگاہِ احدیت کے انوار صمدیہ سے حقیقت محمدیہ ﷺ کو ظاہر فرمایا پھر اس سے اللہ تعالیٰ نے تمام عالم بالا و پست اپنے علم و ارادہ کے مطابق اپنے امر ''کن'' سے پیدا فرمائے پھر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو آپ ﷺ کی نبوت کا علم دیا اور آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی رسالت کی خوشخبری سنائی اس وقت آدم علیہ السلام کی وہی صورت تھی جو حدیث پاک میں مذکور ہے۔ یعنی ''روح اور جسم کے درمیان'' پھر حضور نبی اکرم ﷺ سے ارواح کے چشمے پھوٹ پڑے اور ملاءِ اعلیٰ (جہان بالا) میں ظاہر ہوئے یہ منظر بڑا ہی خوشگوار تھا سو تمام ارواح کو میٹھا گھاٹ مل گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ تمام اجناس میں سے گراں ترین جنس ہیں اور تمام موجودات اور تمام مخلوق کیلئے بمنزلہ بڑے باپ کے ہیں۔ جب زمانہ آپ ﷺ کے حق میں اسم باطن کے سبب اس انتہاء کو پہنچ گیا کہ آپ ﷺ کی روح کا تعلق جسم کے ساتھ جڑ گیا تو زمانے کا حکم آپ ﷺ کے اسم ظاہر کی طرف منتقل ہوا تو محمد ﷺ ظاہر ہوگئے۔ اگرچہ آپ ﷺ کا گارا بعد میں بنا لیکن اس کی قیمت تو معلوم ہوگئی حضور ﷺ راز کا خزانہ اور نفوذ امر کا مقام ہیں۔ ہر حکم آپ ﷺ کی طرف سے نافذ ہوتا ہے اور ہر خیر آپ ﷺ کی طرف سے منتقل ہوتی ہے:

''کیا وہ ذات (گناہ کا) انکار نہ کرے جو بادشاہ اور سردار تھا جبکہ آدم مٹی اور گارے کے

درمیان کھڑے تھے۔ پس وہ رسول آخری محمد ہیں ان کو بلندیوں میں بزرگی حاصل ہے پیدائش سے لے کر جوانی تک۔ وہ آخری زمانے میں بابرکت وقت میں تشریف لائے سو آپ کے ہر زمانے کے اندر نشانات ہیں۔ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرلیں تو اسکے خلاف نہیں ہوتا اور اس معاملہ کو کائنات میں کوئی ٹالنے والا نہیں۔"

حضور ﷺ کی دیگر انبیاء پر سبقت کیسے؟

ہم نے ''امالی ابو سھل قطان'' کے ایک جزو میں سھل بن صالح ہمدانی سے روایت ذکر کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی سے پوچھا کہ محمد ﷺ سب سے پہلے نبی کیسے ہوئے جبکہ آپ ﷺ کی بعثت سب سے آخر میں ہوئی؟

انہوں نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی نے اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو لیا اور ان کو انہی پر گواہ بنایا۔ الست بربکم ؟ کیا میں تمہارے رب نہیں؟ تو محمد ﷺ پہلے تھے جنہوں نے بلٰی (ہاں کیوں نہیں؟) فرمایا۔ ابن سعد نے شعبی سے روایت کی ہے یارسول اللہ آپ کب سے نبی ہیں؟ فرمایا ''جب سے آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ جب وعدہ لیا گیا۔'' یہ دلیل اس بات کی ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی گارے سے تشکیل بنائی گئی اس میں سے محمد ﷺ کو نکالا گیا اور آپ ﷺ کو نبی بنایا گیا۔ اور آپ ﷺ سے میثاق (وعدہ) لیا گیا پھر دوبارہ ان کی پشت میں لوٹا دیا گیا تاکہ اپنے ظہور کے وقت ظاہر ہوں۔ سو آپ ﷺ پیدائش میں سب سے پہلے ہیں اور آدم علیہ السلام کی پہلی تخلیق بغیر روح کے تھی اور آپ ﷺ میت تھے۔ جب حضور ﷺ نکلے تو اس وقت زندہ تھے۔ آپ ﷺ کو نبی بنایا گیا اور آپ ﷺ سے میثاق لیا گیا تو پیدائش میں آپ ﷺ سب سے پہلے نبی ہیں اور بعثت میں سب سے آخری نبی ہیں۔ اور یہ بات اس اصول کے خلاف نہیں کہ آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان میں روح پھونکنے کے بعد نکالا گیا کیونکہ رسول پاک ﷺ کو روح پھونکنے سے پہلے نکالنے کیلئے مخصوص کیا گیا۔

تفسیر ابن کثیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمان باری تعالی:

﴿اور (اے محبوب وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا۔﴾ (القرآن، عمران، ۳ :۸۱) کہ اللہ تعالی نے جو بھی نبی مبعوث کیا اس سے محمد ﷺ پر ایمان لانے اور

فتكون نبوته ورسالته عامة لجميع الخلق من آدم إلى يوم القيامة وتكون الأنبياء وأممهم من أمته يعني في الجملة بقوله : « بعثت إلى الناس كافة »[1] يتناول من قبل زمانه أيضا وبه يتبين معنى : « كنت نبيا وآدم بين الروح والجسد »[2] وحكمة كون الأنبياء في الآخرة تحت لوائه ، وصلواته بهم ليلة الإسراء.

قلت : ويؤيد ما ذكره الإمام فخر الدين الرازي في قوله تعالى : ﴿ تبارك الذي نزّل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا ﴾[3] يشمل الملائكة وغيرهم[4].

● أول المخلوقات النور المحمدي :

قال : وروى عبد الرزاق بسنده عن جابر بن عبد الله الأنصاري قال : قلت : يارسول الله بأبي أنت وأمي أخبرني عن أول شيء خلقه الله تعالى قبل الأشياء ، قال : « ياجابر إن الله خلق قبل خلق الأشياء نور نبيك من نوره فجعل ذلك النور يدور بالقدرة حيث شاء الله ، ولم يكن في ذلك الوقت لوح ولا قلم ولا جنة ولا نار ولا ملك ولا سماء ولا أرض ولا شمس ولا قمر ولا جني ولا إنسي ، فلما أراد الله أن يخلق الخلق قسم ذلك النور أربعة أجزاء فخلق من الجزء الأول القلم ، ومن الثاني اللوح ، ومن الثالث العرش ، ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء فخلق من الجزء الأول حملة العرش ، ومن الثاني الكرسي ، ومن الثالث بقية الملائكة ثم قسم الرابع أربعة أجزاء فخلق من الأول السموات ، ومن الثاني الأرضين ، ومن الثالث الجنة والنار ثم قسم الرابع أربعة أجزاء فخلق من الأول نور أبصار المؤمنين ، ومن الثاني نور قلوبهم وهي المعرفة بالله ومن الثالث نور ألسنتهم وهو التوحيد . لا إله إلا الله محمد رسول الله »[5].

قلت : ويشير إلى هذا المعنى قوله تعالى : ﴿ الله نور السموات والأرض مثل نوره ﴾[6] أي نور محمد ﷺ (كمشكاة فيها مصباح)[7]

---

(١) أخرجه البخاري في صحيحه ، كتاب التيمم ، باب (١) قوله تعالى : ﴿ فلم تجدوا ماء فتيمموا ﴾ عن ، حديث (٣٣٥) . (٢) تقدم تخريجه . (٣) الفرقان : ١

(٤) انظر : تفسير الفخر الرازي (١٢ : ٤٥ ، ٤٦) وقال : إن لفظ ﴿ للعالمين ﴾ في الآية يتناول جميع المخلوقات ، فدلت الآية على أنه ﷺ رسول للخلق إلى يوم القيامة ، ولكن ذهب في موضع آخر أنه - ﷺ - لم يكن رسولاً إلى الملائكة فوجب أن يكون رسولا إلى الجن والإنس جميعا .

(٥) لم أقف عليه . (٦) النور : ٣٥

(٧) انظر : تفسير الدر المنثور للسيوطي (٥ : ٤٩) ، وتفسير ابن كثير (٣ : ٢٠١) .

آپ ﷺ کی نصرت کرنے کا وعدہ لیا اور ہر نبی نے بھی وعدہ اپنی امت سے لیا۔
اور امام سبکیؒ نے آیت کریمہ سے یہ مفہوم نکالا ہے کہ ہم فرض بھی کرلیں کہ حضور ﷺ اپنے زمانے میں آئے ہیں پھر بھی آپ ﷺ ان کی طرف رسول تھے لہٰذا آپ ﷺ کی نبوت ورسالت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک ساری مخلوق کیلئے عام ہیں سارے انبیاء اور ان کی امتیں فی الجملہ حضور کے امتی ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان بُعثت الی الناس کافۃ آپ ﷺ کے زمانہ ظہور سے پہلے لوگوں کو بھی شامل ہے اور اس سے اس اشارہ کا معنی ظاہر ہوگا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ اور اس سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوگئی ہے کہ سارے انبیاء قیامت کے دن حضور ﷺ کے جھنڈے تلے ہونگے اس سے یہ حکمت بھی سمجھ آگئی کہ آپ ﷺ نے سارے انبیاء کو شب معراج نماز پڑھائی۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید وہ بات کررہی ہے جو امام فخرالدین رازیؒ نے فرمان الٰہی ﴿(وہ اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے (حق و باطل میں فرق اور) فیصلہ کرنیوالا (قرآن) اپنے (محبوب و مقرب) بندہ پر نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈرسنانے والا ہو جائے۔﴾ (القرآن، الفرقان، ۲۵، ۱)
کے تحت لکھی ہے۔ کہ یہ فرشتوں اور دیگر مخلوق سب کو شامل ہے۔

نور محمدی ﷺ سب سے پہلی مخلوق

امام عبدالرزاق نے اس قول کو اپنی سند کے ساتھ جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان مجھے بتائیں کہ تمام چیزوں میں سب سے پہلی کونسی چیز ہے جسے اللہ نے پیدا کیا؟
فرمایا جابر! اللہ نے تمام چیزوں کو پیدا کرنے سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا اور وہ نور اللہ کی قدرت سے جہاں اللہ نے چاہا پھرتا رہا اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت نہ جہنم، نہ فرشتے نہ آسمان نہ زمین، نہ سورج نہ چاند، نہ کوئی جن نہ انسان جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو نور کو چار حصوں میں تقسیم کردیا پہلے حصے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش۔ پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا پہلے سے

● اختلاف العلماء في أول المخلوقات بعد النور المحمدي :

واختلفوا في أول المخلوقات بعد النور المحمدي فقيل : العرش ؛ لما صح من قوله - ﷺ - : « قدر الله مقادير الخلق قبل أن يخلق السموات والأرض بخمسين ألف سنة وكان عرشه على الماء »(١) فهذا صريح في أن التقدير وقع بعد خلق العرش ، والتقدير وقع عند أول خلق القلم لحديث عبادة بن الصامت مرفوعا : « أول ما خلق الله القلم ، وقال له : اكتب ، قال : رب وما أكتب قال : اكتب مقادير الخلق كل شيء »(٢) رواه أحمد والترمذي وصححه لكن صح في حديث مرفوع من حديث أبي رزين العقيلي رواه أحمد والترمذي : « إن الماء خلق قبل العرش »(٣) وفي قوله تعالى : ﴿ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ ﴾(٤) إشارة إليه ودلالة عليه ، وروى السدي بأسانيد متعددة : « إن الله لم يخلق شيئا مما خلق قبل الماء »(٥) نعم أما أول الأشياء قبل على الإطلاق النور المحمدي ، ثم الماء ، ثم العرش ، ثم القلم ، فذكر الأولية في غير النور المحمدي - ﷺ - إضافية .

● النور المحمدي يلمع في جبين آدم :

وورد : « لما خلق الله آدم جعل ذلك النور في ظهره فكان يلمع في جبينه ، ثم رفعه الله تعالى على سرير مملكته ، وحمله على أكتاف ملائكته وأمرهم فطافوا به في السموات ليرى عجائب ملكوته » قال جعفر بن محمد : مكثت الروح في رأس آدم مائة عام ، ثم علمه الله تعالى أسماء جميع المخلوقات ، ثم أمر الملائكة بالسجود له سجود تعظيم وتحية ، لا سجود عبادة كسجود إخوة يوسف له ، فالمسجود له بالحقيقة هو ، الله تعالى ، وآدم كالقبلة

---

(١) أخرجه أحمد في المسند (٢/١٦٩) ، والترمذي في سننه ، كتاب القدر ، (٨/٣٢٠ ، ٣٢١) وقال : حسن صحيح غريب .

(٢) أخرجه أبو داود في سننه ، كتاب السنة ، باب في القدر ، حديث (٤٧٠٠) ، والترمذي في سننه ، كتاب القدر (٨/٣٢٠) وقال : غريب من هذا الوجه وأحمد في المسند (٥/٣١٧) ، وابن عدي في الكامل (٦/٢٦٩) .

(٣) أخرجه الترمذي في سننه ، كتاب التفسير ، تفسير سورة هود (١١/٢٧٣) وقال : حديث حسن .

(٤) هود : ٧ .

(٥) انظر : تفسير ابن كثير (٢/٤٥٣) .

عرش اٹھانے والے فرشتے، دوسرے سے کرسی اور تیسرے حصے سے باقی فرشتے بنائے۔ پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلے سے آسمان، دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت جہنم۔ پھر چوتھے کو چار حصوں میں تقسیم کیا پہلے سے اہل ایمان کی آنکھوں کا نور، دوسرے سے ان کے دلوں کا نور یعنی معرفت الٰہی اور تیسرے سے ان کی زبانوں کا نور یعنی توحید" لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ" میں کہتا ہوں یہ اس معنی کی طرف اشارہ ہے (اللہ نور السموت والارض مثل نورہٖ (النور، ۲۴: ۳۵) (ای نور محمد) یعنی نور محمدی کی مثال (کمشکوۃ فیھا مصباح (النور، ۲۴: ۳۵) جیسے طاق جس میں ہو چراغ۔

نور محمدی ﷺ کے بعد پہلی مخلوق کونسی ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے

علماء نے اختلاف کیا ہے کہ نور محمدی ﷺ کے بعد سب سے پہلی مخلوق کونسی ہے سو کہا گیا کہ عرش کیونکہ صحیح حدیث میں آتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیریں زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے مقرر کردی تھیں اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا تخت (سلطنت) پانی پر تھا۔"

یہ صریح ہے اس بات میں کہ تقدیر عرش کی پیدائش کے بعد وجود میں آئی اور تقدیر قلم کی پیدائش کے وقت وجود میں آئی کیونکہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں آتا ہے:

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم پیدا کیا۔ اس سے کہا لکھ، اس نے کہا۔ اے رب میں کیا لکھوں؟ "فرمایا۔ ساری مخلوق کی تقدیریں لکھ"

اس کو امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا۔ لیکن صحیح مرفوع حدیث ابو رزین عقیلی کی جس کو امام احمد اور ترمذی نے بیان کیا۔ وہ یہ ہے کہ پانی عرش سے پہلے پیدا ہوا اور فرمان باری تعالیٰ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ (القرآن، ھود، ۱۱: ۷) اس کی طرف اشارہ اور اس پر دلیل ہے۔ السدی نے متعدد سندوں سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کی پیدائش سے پہلے کوئی شے پیدا نہیں کی۔ ہم جانتے ہیں کہ تمام چیزوں سے پہلے مطلقاً نورِ محمدی ﷺ پیدا ہوا پھر پانی، پھر عرش پھر قلم۔ سو نور محمدی ﷺ کے علاوہ کسی اور کی اوّلیت کا ذکر اضافی ہوگا۔

● **كيف كان مهر حواء ؟**

وعن ابن عباس « كان يوم الجمعة من وقت الزوال إلى العصر ثم خلق الله تعالى له حواء[1] زوجته من ضلع من أضلاعه اليسرى ، وهو نائم ، وسميت حواء لأنها خلقت من حي فلما استيقظ ورآها سكن إليها ، ومد يده لها ، فقالت الملائكة : مه ياآدم ، قال : ولِمَ وقد خلقها الله لي ؟ فقالوا : حتى تؤدي مهرها ، قال : وما مهرها ؟ قالوا : تصلي على محمد ثلاث مرات »[2].

وذكر ابن الجوزي في « كتاب سلوة الأحزان » : أنه لما رام القرب منها ، طلبت المهر منه ، فقال : يا رب ! ، وماذا أعطيها ؟ قال : يا آدم صَلِّ على حبيبي محمد بن عبد الله عشرين ، ففعل . قلت : ولعل الثلاث كان مهرا معجلا والعشرين صداقا مؤجلا .

آدم يتوسل بالنبي - ﷺ - :

وعن عمر بن الخطاب - رضي الله عنه - قال : قال رسول الله - ﷺ - : « لما اقترف آدم الخطيئة قال : يارب أسألك بحق محمد - ﷺ - إلا غفرت لي ؟ فقال الله تعالى : ياآدم وكيف عرفت محمداً ولم أخلقه ؟ قال : لأنك يارب لما خلقتني بيدك ونفخت فيَّ من روحك ، رفعت رأسي فرأيت على قوائم العرش مكتوبا : لا إله إلا الله محمد رسول الله ، فعلمت أنك لم تضف إلى اسمك إلا أحبَّ الخلق إليك ، فقال الله تعالى : صدقت ياآدم ، لأنه أحب الخلق إليَّ ، وإذا سألتني بحقه فقد غفرت لك ، ولولا محمد ما خلقتك »[3] رواه البيهقي في دلائله من حديث عبد الرحمن بن زيد بن أسلم ، وقال : تفرد به عبد الرحمن ، ورواه

---

(١) يؤخذ من الآية الكريمة ﴿ ويا آدم اسكن أنت وزوجك الجنة ﴾ أن خلق حواء كان قبل دخوله آدم الجنة

(٢) انظر البداية والنهاية لابن كثير (١/٧٤)

(٣) أخرجه الحاكم في المستدرك (٢/٦١٥) ، وقال : حديث صحيح الإسناد وهو أول حديث ذكرته لعبد الرحمن بن زيد بن أسلم في هذا الكتاب . ا هـ

قلت : عبد الرحمن بن زيد ، ضعيف ، قال يحيى بن معين : بنو زيد بن أسلم ليسوا بشيء ، وضعفه ابن حجر ، انظر : الضعفاء الصغير للبخاري (ص/٧١) والمجروحين (٢/٥٧) ، الجرح والتعديل (٥/٢٣٣) وميزان الاعتدال (٢/٥٦٤) والتقريب (١/٤٨٠) والضعفاء والمتروكين للنسائي (٣٧٧) ، والحديث أخرجه سعيد بن منصور والبيهقي كما في كنز العمال ، حديث رقم (٣٢١٣٨)

الحاكم وصححه ، وذكره الطبراني وزاد فيه : وهو آخر الأنبياء من ذريتك .

وفي حديث سلمان عن ابن عساكر قال : هبط جبريل على النبي ﷺ - فقال « إن ربك يقول : إن كنت اتخذت إبراهيم خليلاً فقد اتخذتك حبيباً ، وما خلقت خلقا أكرم على منك ولقد خلقت الدنيا وأهلها لأعرفهم كرامتك ومنزلتك عندي ، ولولاك ما خلقت الدنيا »(١) ولله در العارف الولي سيدي علي :

سكن الفؤاد فعش هنيئا ياجسد	هذا النعيم هو المقيم إلى الأبد
عش في أمان الله تحت لوائه	لاخوف في ذاك الجناب ولا نكد
روح الوجود طلعة من هو واحد	لولاه ماتم الوجود لمن وجد
عيسى وآدم والصدور جميعهم	هم أعين هو نورها لما ورد
لو أبصر الشيطانُ طلعةَ نوره	في وجه آدم كان أول من سجد
لو ذاق النمروذ نور جماله	عَبَد الجليلَ مع الخليل وما عند
لكن جمال الله جل فلا يرى	إلا بتخصيص من الله الصمد

وإنما خلق الله تعالى حواء لتسكن إلى آدم ، ويسكن إليها فحين صار لديها أفاض بركاته عليها فولدت له في تلك الأيام الحسنى أربعين ولدا في عشرين بطنا ، ووضعت شيثا(٢) وحده كرامة لمن أطلع الله بالنبوة سعده ، ولما توفي آدم عليه السلام كان شيث عليه السلام وصيا على ولده ، ثم أوصى شيث ولده بوصية آدم ألا يضع هذا النور إلا في المطهرات من النساء ، ولم تزل هذه الوصية جارية تنقل من قرن إلى قرن إلى أن أدى الله النور إلى عبد المطلب وولده عبد الله .

طهارة نسبه الشريف - ﷺ - :

وطهر الله تعالى هذا النسب الشريف من سفاح الجاهلية كما ورد عنه - ﷺ - في الأحاديث المرضية قال ابن عباس فيما رواه البيهقي في سننه قال رسول الله - ﷺ - : « ما ولدني من سفاح أهل الجاهلية شيء ، ما ولدني إلا نكاح الإسلام »(٣)

---

(١) أخرجه البيهقي كما في كنز العمال ، حديث (٣١٨٩٣)

(٢) سمي شيثا أي هبة الله وسماه آدم بذلك لأنه رزقه الله إياه بعد أن قتل هابيل ، وقال ابن كثير : يقال إن أنساب بني آدم اليوم كلها تنتهي إلى شيث ، وسائر أولاد آدم غيره انقرضوا وبادوا ، والله أعلم

(٣) أخرجه البيهقي في السنن الكبرى (٧/١٩٠) ، وأورده ابن كثير في البداية (٢/٢٥٦) وقال : غريب =

نورِ محمدی ﷺ پیشانی آدم میں چمک رہا ہے

روایت میں آیا ہے کہ ''جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور انکی پشت میں نورِ محمدی ﷺ رکھا تو وہ آپ ﷺ کی پیشانی سے چمکتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس نور کو مملکت کے تخت پر بلند کیا اور فرشتوں کے کندھوں پر اسے اٹھوایا۔ اور ان کو آسمانوں میں اس کے طواف کرنے کا حکم دیا تاکہ اس کے ملکوت کے عجائب نظر آئیں۔''

امام جعفر بن محمد ﷺ نے کہا کہ وہ روح (نورِ محمدی) آدم علیہ السلام کے سر میں ایک سال رہی۔ پھر اللہ نے ان کو تمام مخلوق کے نام سکھائے پھر فرشتوں کو ان کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا جو تعظیم اور سلامی کا سجدہ تھا عبادت کا سجدہ نہ تھا۔ جیسے یوسف کے سامنے ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا، سو حقیقت میں تو مسجود لہ تو اللہ تھا اور آدم علیہ السلام کی حیثیت قبلہ جیسی تھی۔

امّاں حواء کا حق مہر

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کا دن تھا زوال سے عصر تک پھر اللہ تعالیٰ نے انکے لئے انکی بیوی حواء کو انکی بائیں پسلی سے پیدا کیا۔ آپ اس وقت سوئے ہوئے تھے ان کا نام حواء اس لئے رکھا گیا کہ ان کو ایک زندہ انسان سے پیدا کیا گیا جب جاگے اور بی بی حوا کو دیکھا سکون آ گیا اور ان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ فرشتوں نے کہا آدم ذرا ٹھہریئے بولے کیوں؟ اللہ نے اسے میرے لئے ہی تو پیدا کیا ہے انہوں نے کہا ان کا حق مہر ادا کیجئے بولے ان کا حق مہر کیا ہے؟ فرشتوں نے کہا محمد ﷺ پر تین بار درود (وسلام) بھیجو۔

ابن جوزی نے کتاب ''سلوۃ الاحزان'' میں ذکر کیا کہ جب آپ نے اس بی بی سے قربت کا ارادہ کیا تو اس نے آپ سے حق مہر طلب کیا آدم علیہ السلام نے کہا کہ اے پروردگار! میں اس کو کیا دوں؟ فرمایا میرے حبیب محمد بن عبداللہ پر بیس مرتبہ درود بھیجو انہوں ایسے ہی کیا۔ میں کہتا ہوں شاید تین بار مہر معجل تھا اور بیس بار مہر موجل (میعادی) تھا۔

آدم علیہ السلام کا نبی پاک ﷺ سے توسل

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا ''جب آدم علیہ السلام

قال القسطلاني : والسفاح بكسر السين المهملة : الزنا ، والمراد به هنا أن المرأة تسافح الرجل مدة ثم يتزوجها بعد ذلك .

وروى ابن سعد وابن عساكر عن هشام بن محمد بن السائب الكلبي عن أبيه قال : كتبت للنبي ﷺ خمسمائة أم فما وجدت فيهن سفاحا ولا شيئا مما كان عليه من أمور الجاهلية[1] .

وعن علي بن أبي طالب – رضي الله عنه – أن النبي – ﷺ – قال : « **خرجت من نكاح ولم أخرج من سفاح من لدن آدم إلى أن ولدني أبي وأمي ولم يصبني من سفاح أهل الجاهلية شيء** »[2] رواه الطبراني في الأوسط وأبو نعيم وابن عساكر .

وروى أبو نعيم عن ابن عباس مرفوعا : « **لم يلتق أبواي قط على سفاح ، لم يزل الله ينقلني من الأصلاب الطيبة إلى الأرحام الطاهرة مصفى مهذبا لا تتشعب شعبتان إلا كنت في خيرهما** »[3] وعنه في قوله تعالى : ﴿ **وتقلبك في الساجدين** ﴾[4] قال : « **من نبي إلى نبي حتى صرت نبياً** »[5] رواه البزار ورواه أبو نعيم نحوه وفيه (تنبيه) على أنه – عليه السلام – انتقل من أصلاب الأنبياء الكرام وليس معناه : أن آباءه كلهم من الأنبياء ، فإنه خلاف ما عليه إجماع العلماء ولا أن آباءه جميعهم من أهل الإسلام فإن منهم من أجمع على كفره الفقهاء الأعلام ، كأبي طالب[6] وأبي إبراهيم عليه السلام – وأبويه كما بينت في هذا المقام مما ألفت في تحقيق هذه المسألة برسالة مستقلة ، وأتيت بالأدلة القاطعة القامعة في رد ما ألفه السيوطي من الرسائل الثلاثة في هذه المادة اللامعة .

= أورده الحافظ ابن عساكر ثم أسنده من حديث أبي هريرة وفي إسناده ضعف والله أعلم ، وأخرجه الطبراني كما في مجمع الزوائد (٨/٢١٤)

(١) أورده ابن كثير في البداية والنهاية (٢/٢٥٦)

(٢) أخرجه الطبراني في الأوسط ، كما في المجمع (٨/٢١٤) وقال الهيثمي : فيه محمد بن جعفر بن محمد بن علي صحح له الحاكم في المستدرك ، وقد تكلم فيه ، وبقية رجاله ثقات

(٣) أخرجه أبو نعيم كما في الدر المنثور للسيوطي (٣/٢٩٤)

(٤) الشعراء : ٢١٩

(٥) أخرجه البزار في سننه كما في مجمع الزوائد (٨/٢١٤) فقال الهيثمي : رواه البزار ورجاله ثقات

(٦) أبو طالب ، اسمه عبد مناف بن عبد المطلب [٨٥ ق هـ – ٣ ق هـ] هو والد علي – رضي الله عنه – وعم النبي ﷺ – وكافله ومربيه وناصره ، كان من أبطال بني هاشم ، من الخطباء العقلاء ، وسترد =

سے خطا سرزد ہوئی تو انہوں نے کہا اے رب! میں تم سے محمد ﷺ کے حق ہونے کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں تو مجھے بخشش دے۔ اللہ نے فرمایا آدم! تو نے محمد کو کیسے پہچان لیا کہ ابھی تو میں نے اس کو پیدا بھی نہیں کیا عرض کیا اے رب اس لئے کہ جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنی روح مجھ میں پھونکی میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کی سیڑھیوں پر لکھا ہوا تھا۔

لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تو مجھے معلوم ہوگیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اس کو ملایا ہے جو تیری مخلوق میں سے تجھے سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا آدم! تو نے سچ کہا ہے۔ کیونکہ وہی مجھے ساری مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ جب تو نے اس کے وسیلہ سے مجھ سے بخشش کا سوال کیا ہے تو میں نے تجھے بخش دیا اور اگر محمد ﷺ پیدا نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔" اس کو بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے روایت کیا اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔ طبرانی نے اس کو ذکر کیا اور اس میں یہ اضافہ کیا "وہ تیری اولاد میں سب سے آخری نبی ہوگا" اور سلمان کی حدیث میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ "آپ کا رب فرماتا ہے اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو تجھے اپنا حبیب بنایا اور میں نے کوئی مخلوق تجھ سے زیادہ معزز نہیں بنائی اور میں نے دنیا اور دنیا والوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ لوگوں کو تیری عزت اور میری بارگاہ میں تیری قدر و منزلت کا پتہ چل سکے اور تو نہ ہوتا تو میں دنیا ہی پیدا نہ کرتا۔"

اور اللہ بھلا کرے عارف ولی سیدی علیؒ کا جنہوں نے یہ اشعار لکھے "دل کو سکون آگیا اے جسم تو بھی خوشی منا یہی وہ نعمت ہے جو ہمیشہ رہے گی۔ اللہ کی امان اور اسکے جھنڈے تلے زندہ رہ کہ اس بارگاہ میں نہ خوف ہے اور نہ خطرہ۔ روح وجود اسی (چراغ) یکتا سے روشن ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو موجودات کا وجود مکمل نہ ہوتا۔

عیسی علیہ السلام اور آدم علیہ السلام اور تمام سردار (الانبیاء) سب آنکھیں ہیں جن کا نور وہی ہے۔

اگر شیطان آدم علیہ السلام کے چہرے میں ان کے نور کی جھلک دیکھ لیتا تو سب سے پہلے سجدہ کرنے والا ہوتا۔ اگر نمرود ان کے نور جمال کو چکھ لیتا تو خلیل کے ہمراہ رب جلیل کی عبادت کرتا اور ضد چھوڑ دیتا۔ لیکن اللہ کا جمال بہت بزرگ ہے سو وہ نظر نہیں آتا مگر

ثم قوله تعالى : ﴿ مِنْ أَنفُسِكُمْ ﴾[1] أي من جنسكم ، وهو بشر مثلكم لكنه رسول منا مبعوث لنا كما قال تعالى : ﴿ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ﴾[2] والحكمة فيه أن الجنسية علة الإنضمام وبها يحصل الالتئام وكمال الصفاء ، وأيضا يسهل الإقتداء به على وجه التمام إذ لو أرسل ملك لقيل له القوة الملكية ، ونحن عاجزون عن متابعته لضعف البشرية ، بخلاف ما إذا كان الرسول بشراً فإنه يقتدى به قولاً وعملاً وحالاً وأثراً ، فإنه - ﷺ - واسطة بين المرسِل والمرسل إليه يأخذ الفيض من الحق ويوصله إلى الخلق ولم يفهم هذا المعنى ، وعمى عن هذا المعنى جمع من الكفار حيث قالوا بطريق الإنكار : ﴿ أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا ﴾[3] وهذا يدل على أن سخافة عقولهم ؛ حيث رضوا أن الإله حجرًا واستبعدوا أن يكون الرسول بشرًا !!! .

●● خلاصة :

والحاصل أن مجيء الرسول نعمة جسيمة ، وكونه من جنس البشر منحة عظيمة وقال بعضهم قوله : ﴿ من أنفسكم ﴾[4] أي جنس العرب وهو لا ينافي ما سبق ويؤيده قوله تعالى : ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ ﴾[5].

وقد صح عن ابن عباس بأسانيد متعددة أنه قال : ليس من العرب قبيلة إلا وقد ولدت النبي - ﷺ - مضريها وربيعها ويمانيها ، ويؤيده قوله تعالى : ﴿ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ﴾[6]

وروى الإمام أحمد عن ابن عباس أنه قال : لم يكن بطن من قريش إلا ولرسول الله - ﷺ - فيهم قرابة ، فنزلت : ﴿ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ﴾[7] وروى الإمام أحمد عن ابن عباس أنه قال : لم تصلوا ما بيني

= حظيته في رواج النبي ﷺ . لما أظهر النبي الدعوة إلى الإسلام هم أقرباؤه بقتله ، فحماه أبو طالب وصدهم عنه . ودعاه النبي - ﷺ - إلى الإسلام ، فامتنع خوفا من أن تعيره العرب بتركه دين آبائه ، ونزل فيه ﴿ إنك لا تهدي من أحببت ﴾ واستمر على ذلك إلى أن توفي . وقد ذهبت الشيعة الإمامية بإسلام أبي طالب وبأنه ستر ذلك عن قريش لمصلحة الإسلام . انظر الأعلام للزركلي (٤ /١٦٦) . والطبقات الكبرى لابن سعد (١/٧٥)

(١) التوبة ١٢٨ (٢) الكهف ١١٠

(٣) الإسراء ٩٤ (٤) التوبة ١٢٨ (٥) ابراهيم ٤

(٦) الشورى ٢٣ . والحديث أخرجه ابن مردويه وابن عساكر كما في الدر المنثور للسيوطي (٣ /٢٩٤)

(٧) أخرجه البخاري في صحيحه ، كتاب المناقب ، باب (١) قوله الله تعالى الحجرات ١٣ ، حديث (٣٤٩٧) ، وأحمد في المسند (١/ ٢٢٩ ، ٢٨٦)

خدائے بے نیاز کے خاص بندوں کو۔"

اللہ تعالیٰ نے حوا کو صرف آدم علیہ السلام کی تسکین کے لئے پیدا کیا تا کہ آپ اس کے پاس سکون حاصل کریں تو جب آدم علیہ السلام حوا کے پاس آئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی برکتوں کا حوا پر فیضان کیا اور ان بابرکت دنوں میں حوا کے بیس بطنوں سے چالیس بچے پیدا ہوئے اور حوا نے ایک آدم سے اتنے بچوں کو جنم دیا یہ عزت تھی اس آدمی کی جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کی خوش بختی سے مطلع کیا۔ اور جب آدم علیہ السلام کا وصال ہوا تو شیث علیہ السلام کو اولاد آدم علیہ السلام کا وصی بنایا گیا۔ پھر شیث علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وہی وصیت کی جو آدم علیہ السلام نے ان کو کی تھی کہ یہ نور (مصطفےٰ ﷺ) صرف پاکیزہ عورتوں میں رکھا جائے اور یہ وصیت ایک دور سے دوسرے دور کی طرف برابر منتقل ہوتی رہی تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اس نور کو عبدالمطلب اور ان کے فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہ تک پہنچایا اور اللہ تعالیٰ نے اس نسب پاک کو جاہلیت کی تمام کدورتوں سے پاک صاف رکھا جیسا کہ حضور ﷺ کی صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے امام بیہقیؒ نے اپنی سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔ "میری پیدائش میں دور جاہلیت کی کسی غلط کاری کا کوئی دخل نہیں مجھے تو اسلامی نکاح نے جنم دیا ہے۔"

قسطلانیؒ کہتے ہیں کہ "سفاح" کا معنی زنا ہے اور یہاں مراد یہ ہے کہ عورت کسی آدمی سے ایک مدت تک بدکاری کرواتی ہے پھر کہیں وہ اس سے نکاح کرتا ہے۔

ابن سعد اور ابن عساکر نے ہشام بن محمد بن السائب الکلبی سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی پانچ سو ماؤں کے نام لکھے ہیں مجھے ان میں سے ایک بھی بدکار نظر نہیں آئی اور نہ ہی ان میں دور جاہلیت کی کوئی خرابی پائی گئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

"آدم علیہ السلام سے لیکر میرے ماں باپ کے مجھے جنم دینے تک میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں بدکاری سے نہیں اور مجھے دور جاہلیت کی کوئی خرابی نہیں پہنچی۔"

اس کو طبرانی نے الاوسط میں اور ابو نعیم اور ابن عساکر نے بھی روایت کیا ابو نعیم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ حدیث نقل کی ہے۔

ونسبكم(١) وقرئ ﴿من أنفَسكم﴾ بفتح الفاء أي من أعظمكم قدرًا(٢) نقله الحاكم عن ابن عباس.

وأخرج ابن مردويه عن أنس قال: قرأ رسول الله - ﷺ - ﴿لقد جاءكم رسولٌ من أنفُسكم﴾ فقال علي بن أبي طالب: يارسول الله مامعنى أنفسكم؟ فقال رسول الله - ﷺ -: «أنا أنفسكم نسبًا وصهرًا وحسبًا، ليس فيّ ولا في آبائي من لدن آدم سفاحٌ كلها نكاح»(٣).

وأخرج البيهقي في الدلائل عن أنس قال خطب النبي - ﷺ - فقال: «أنا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد المناف بن قصي بن كلاب بن مُرّة بن كعب بن لؤي بن غالب بن فِهر بن مالك بن النضر بن كِنانة بن خُزيمة ابن مُدرِكة بن إلياس بن مضر بن نزار، وما افترق الناس فرقتين إلا جعلني الله في خيرهما فأُخرجتُ من بين أبوين، فلم يصبني شيءٌ من عُهْد الجاهلية، وخرجت من نكاح، ولم أخرج من سفاح، من لدن آدم حتى انتهيت إلى أبي وأمي، فأنا خيركم نفساً وخيركم أباً»(٤) وأخرج أحمد والترمذي وحسّنه عن العباس بن عبد المطلب قال. قال رسول الله - ﷺ -: «إن الله حين خلق الخلق جعلني في خير خلقه ثم حين فرقهم جعلني في خير الفريقين، ثم حين خلق القبائل جعلني من خيرهم قبيلة، وحين خلق الأنفس جعلني من خير أنفسهم، ثم حين خلق البيوت جعلني من خير بيوتهم فأنا خيرهم بيتاً وخيرهم نفسا»(٥) أي خيرهم أصلا ونسبا وخيرهم ذاتاً وحسباً.

وأخرج الحكيم الترمذي والطبراني وأبو نعيم والبيهقي وابن مردويه عن ابن عمر قال. قال رسول الله - ﷺ -: «إن الله خلق الخلق فاختار من الخلق بني آدم، واختار من بني آدم العرب واختار من العرب مضر، واختار من مضر قريشا،

---

(١) أخرجه أحمد في المسند (٢٢٩/١) (٢) ذكره السيوطي في الدر المنثور (٢٩٤/٣)

(٣) أخرجه ابن مردويه، كما في الدر المنثور للسيوطي (٢٩٤/٣)

(٤) أخرجه البيهقي في دلائل النبوة (١٧٤/١، ١٧٥)، وابن حبان في المجروحين (٣٩/٢)، وأورده ابن كثير (٢٥٥/٢) في البداية، وقال: حديث غريب جدا من حديث مالك، تفرد به القدامي وهو ضعيف، ولكن له شواهد من وجوه أخر.

(٥) أخرجه الترمذي في كتاب المناقب (٦٥٣/٥)، وقال: حديث حسن صحيح، وابن ماجه في سننه، المقدمة حديث (١٤٠)، والبيهقي في دلائل النبوة (١٦٨/١)

''میرے والدین نے کبھی بھی گناہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف صاف ستھرا اور مہذب بنا کر منتقل کرتا رہا۔ جب بھی دو گروہ ہوئے تو مجھے اللہ نے اس میں سے بہتر گروہ میں رکھا۔''

فرمان باری تعالیٰ ہے ''اور سجدہ گزاروں میں (بھی) آپ کا پلٹنا دیکھتا (رہتا) ہے۔'' (الشعراء، ۲۶: ۲۱۹)

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''میں ایک سے دوسرے نبی کی طرف منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ میں بحیثیت نبی ظہور پذیر ہوا۔'' اس حدیث کو بزار اور ابونعیم نے ذکر کیا ہے۔

تنبیہ:

تنبیہ اس بات پر کہ نبی پاک ﷺ انبیائے کرام کے اصلاب سے منتقل ہوئے اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کے سارے احباب انبیاء ہی تھے کیونکہ یہ تو اجماع علماء کے ہی خلاف ہے اور یہ مطلب بھی نہیں کہ آپ کے تمام آباء مسلمان تھے ان میں وہ بھی تھے جن کے کفر پر بڑے بڑے فقہاء نے اتفاق کیا جیسے ابوطالب اور ابراہیم علیہ السلام کے والد اور حضور ﷺ کے والدین جیسا کہ میں نے اس مقام پر بیان کیا ہے اور میں نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور میں نے اس میں قطعی دلائل پیش کر دیے ہیں۔ امام سیوطی کے اس موضوع پر لکھے گئے تین رسالوں کے رد میں۔(۱)

پھر اللہ کا فرمان ''من انفسکم'' کہ یہ رسول پاک ﷺ تمہاری جنس میں سے ہیں اور دیکھنے میں تمہاری طرح بشر ہیں لیکن وہ ہمارے رسول ہیں اور ہمارا پیغام پہنچانے والے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''فرما دیجئے میں تو صرف (خلقتِ ظاہری) بشر ہونے میں تمہاری مثل ہوں (اس کے سوا اور تمہاری مجھ سے کیا مناسبت ہے ذرا غور کرو) میری

(۱) عرض مترجم

ہم مصنف کی اس وضاحت کے مکمل طور پر مخالف ہیں ہمیں علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی تحقیق پر پورا اعتماد ہے اور ہم قطعی دلائل کی روشنی میں امام سیوطی کے ساتھ ہیں اور ہمارا موقف اس سلسلہ میں قطعی اور فیصلہ کن ہے۔ ایمانِ ابوین کریمین پر مصنف کی تحقیق سیرۃ الرسول جلد دوم میں ملاحظہ کریں۔

طرف وحی کی جاتی ہے (بھلا تم میں یہ نوری استعداد کہاں ہے کہ تم پر کلامِ الٰہی اتر سکے) وہ یہ کہ تمہارا معبود، معبود یکتا ہی ہے۔" (القرآن، الکہف، ۱۸: ۱۱۰)

اور اس میں حکمت یہ ہے کہ ہم جنس ہونا میل کا سبب ہے اور اسی سے موافقت حاصل ہوتی ہے اور تعلق مضبوط ہوتا ہے اور کسی کی کامل اقتدا کرنے میں آسانی ہوتی ہے کیونکہ اگر فرشتے کو رسول بنایا جاتا تو کہا جاتا کہ اس کے پاس تو فرشتوں کی طاقت ہے اور ہم کمزور انسان اس کی مطابقت کرنے سے عاجز ہیں۔ بخلاف اس صورت کے کہ جب نبی انسان ہے تو اس کے قول، فعل حال اور اثر کی پیروی کی جاسکتی ہے۔

بے شک رسول پاک ﷺ بھیجنے والے رب اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں کہ حق تعالیٰ سے فیض لے کر مخلوق تک پہنچاتے ہیں تمام کفار یہ مفہوم سمجھنے سے قاصر اور غافل رہے۔ جبکہ انہوں نے بطور انکار یہ کہا "کیا اللہ نے (ایک) انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟" (الاسراء، ۱۷: ۹۴)

اور یہ دلیل ان کی بے عقلی دلیل ہے کہ وہ پتھر کو معبود بنانے پر تو راضی ہوگئے اور آدمی کے رسول ہونے کو بعید سمجھا۔

خلاصہ

حاصل یہ ہوا کہ رسول پاک ﷺ کی تشریف آوری بہت بڑی نعمت ہے اور آپ ﷺ کی جنسِ بشریت سے ہونا بہت بڑا احسان ہے۔ بعض نے کہا کہ "من انفسکم" کا مطلب ہے کہ تمہاری جنس قریب سے ہیں۔ اور یہ بات گزشتہ تحقیق کے خلاف نہیں اسکی تائید اللہ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے:

"اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی زبان کے ساتھ تاکہ وہ ان کے لئے (پیغامِ حق) خوب واضح کر سکے۔" (القرآن، ابراہیم، ۱۴: ۴)

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث متعدد سندوں سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ عرب کا کوئی ایسا قبیلہ نہیں جس نے حضور ﷺ کو جنم نہ دیا ہو مضر، ربیع، یمنی وغیرہ

اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کرتا ہے: "فرما دیجئے اس (تبلیغ رسالت) پر میں تم سے کوئی بدلہ طلب نہیں کرتا قرابت کی محبت کے سوا۔" (القرآن، الشوریٰ، ۴۲: ۲۳)

امام احمد نے ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ "قریش کا کوئی بطن ایسا نہیں جس کو

رسول پاک ﷺ سے قرابت نہ ہو۔"
اس کی تائید میں مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ امام احمد نے ابن عباس سے یہ بھی روایت کیا ہے۔ "کہ اپنے ساتھ میری رشتہ داری نہ جوڑو۔ اور یہ آیت پڑھی "من انفَسِکُم" فا پر زبر کے ساتھ یعنی کہ تم میں جلیل القدر ہے۔ اس کو حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "لقد جاءکم رسول من انفَسِکُم" پڑھی تو حضرت علی بن ابی طالب نے پوچھا یارسول اللہ "من انفسکم" کا کیا مطلب ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا "میں تم سے نسب کے لحاظ سے سسرال کے لحاظ سے اور خاندان کے لحاظ سے نفیس تر ہوں۔ آدم سے لے کر آج تک مجھ میں اور میرے آباء میں سبھی نکاح سے پیدا ہوئے کوئی بدکار نہیں ہوا۔"

بیہقی نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا کہ حضور ﷺ نے دوران خطبہ فرمایا کہ "میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہوں۔ جب بھی لوگوں کے دو گروہ ہوئے تو اللہ نے مجھے بہتر میں رکھا میں دونوں ماں باپ سے پیدا ہوا اور مجھے دور جاہلیت کی کوئی خرابی نہیں پہنچی۔ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں بدکاری سے نہیں آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے ماں باپ تک۔ میں ذات کے لحاظ سے تم سب سے بہتر ہوں اور باپ کے لحاظ سے تم سب سے بہتر ہوں۔"

امام احمد اور ترمذی نے یہ روایت حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور ترمذی نے اسے حسن قرار دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ نے جب مخلوق پیدا کی تو مجھے بہترین مخلوق میں رکھا، پھر اللہ نے گروہ بنائے تو مجھے سب سے بہتر گروہ میں رکھا پھر قبائل پیدا کیے تو مجھے بہتر قبیلے میں رکھا۔ اور جب اللہ نے نفوس پیدا کیے تو مجھے سب سے بہترین میں رکھا پھر اللہ تعالیٰ نے گھر بنائے تو مجھے سب سے بہتر گھر دیا میں مکان کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں اور ذات کے لحاظ سے بھی سب سے بہتر ہوں۔" یعنی اصل اور نسب کے لحاظ سے اور ذات اور حسب کے لحاظ سے بھی سب سے سے بہتر ہوں۔

واختار من قريش بني هاشم ، واختارني من بني هاشم ، فأنا خيار من خيار »[1]
وأخرج ابن سعد عن قتادة قال : ذكر لنا أن نبي الله - ﷺ - قال : « إذا أراد الله أن يبعث نبياً نظر إلى خير أهل الأرض قبيلة ، فيبعث في خيرها رجلاً »[2].

ويروى عن زين العابدين علي بن الحسين عن جده علي بن أبي طالب - رضي الله عنه - رفعه : كنت نوراً بين يدي الله - عز وجل - قبل أن يخلق آدم بأربعة عشر ألف عام فلما خلق الله آدم جعل ذلك النور في صلبه ، فلم يزل ينقله من صلب إلى صلب حتى استقر في صلب عبد المطلب »

وكذا عند القاضي عياض[3] في الشفا - بلا سند - عن ابن عباس ، أن قريشا كان نوراً بين يدي الله تعالى قبل أن يخلق آدم بألفي عام يسبح ذلك النور وتسبح الملائكة بتسبيحه فلما خلق الله آدم ألقى ذلك النور في صلبه فقال رسول الله - ﷺ - : « فأهبطني الله إلى الأرض في صلب آدم ، وجعلني في صلب نوح ، وقذف بي في صلب إبراهيم ، ثم لم يزل الله ينقلني من الأصلاب الكريمة الطاهرة حتى أخرجني بين أبوي لم يلتقيا على سفاح قط »[4] ولبعضهم :

حفظ الإله - كرامة لمحمد - آباءه الأمجاد صونا لاسمه
تركوا السفاح فلم يصبهم عاره من آدم وإلى أبيه وأمه .

وفي البخاري عن أبي هريرة عنه - ﷺ - : « بعثت من خير قرون بني آدم قرنا فقرنا حتى كنتُ من القرن الذي كنت فيه »[5].

منزلته - ﷺ - :

قال السخاوي فالرسول - ﷺ - سيد الأولين والآخرين والملائكة المقربين

(١) أخرجه البيهقي في دلائل النبوة (١/١٦٧) وأورده ابن كثير (٢/٢٥٧) في البداية وابن مردويه كما في الدر المنثور (٣/٢٩٤)
(٢) أخرجه ابن سعد ، كما في الدر المنثور للسيوطي (٣/٢٩٥)
(٣) القاضي عياض [٤٧٦ - ٥٤٤ هـ = ١٠٨٣ - ١١٤٩ م]هو عياض بن موسى بن عمرون اليحصبي ، أبو الفضل : عالم المغرب وإمام أهل الحديث في وقته ، كان من أعلم الناس بكلام العرب وأنسابهم وأيامهم ، ولي قضاء غرناطة وسبتة وتوفي بمراكش ، من تصانيفه : الشفا بتعريف حقوق المصطفى وشرح صحيح مسلم ، ومشارق الأنوار ، ولمزيد عن حياة القاضي عياض راجع : الأعلام للزركلي (٤/٩٩) ، وفيات الأعيان (١/٣٩٢) وقضاة الأندلس (١٠١) .
(٤) أخرجه ابن أبي عمر العدني كما في الدر المنثور (٣/٢٩٥) للسيوطي
(٥) أخرجه البخاري في صحيحه ، كتاب المناقب ، باب صفة النبي ﷺ - حديث (٣٥٥٧) ، وأحمد في المسند (٢/٣٧٣ ، ٤١٧)

حکیم ترمذی، طبرانی، ابونعیم، بیہقی اور ابن مردویہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "بے شک اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا، پھر مخلوق میں سے بنی آدم کو چنا، اور بنی آدم میں سے عربوں کو چنا، اور عربوں میں سے مضر کو چنا، اور مضر سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھے چن لیا تو میں بہتر لوگوں میں سے بہترین ہوں۔"

ابن سعد نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے ہمارے سامنے ذکر فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے جب کسی نبی کو مبعوث کرتا تو روئے زمین پر بہترین قبیلے کو دیکھتا پھر اس قبیلے میں سے کسی کو نبی بناتا۔"

زین العابدین علی بن حسین اپنے دادا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث روایت کرتے ہیں کہ "میں اللہ کے حضور تخلیقِ آدم علیہ السلام سے بارہ ہزار سال پہلے نور تھا۔ جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اس نور کو ان کی پشت میں رکھا پھر وہ ہمیشہ ایک صلب سے دوسری صلب کی طرف منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ عبدالمطلب کی پشت میں آکر ٹھہرا۔"

اسی طرح قاضی عیاض نے "الشفا" میں ابن عباس سے بغیر سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ "قبیلہ قریش آدم سے دو ہزار سال قبل اللہ کے حضور نور تھا۔ وہ نور تسبیح پڑھتا تھا اور اس کی تسبیح سے ملائکہ بھی تسبیح کرتے تھے جب آدم علیہ السلام کو اللہ نے پیدا کیا تو اس نور کو ان کی پشت میں رکھ دیا۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ نے پھر مجھے ابراہیم علیہ السلام کے صلب میں رکھا پھر برابر اللہ تعالٰی پاکیزہ اور معزز پشتوں سے منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا اور وہ کبھی بھی بدکاری کے مرتکب نہ ہوئے۔"

اور بعض نے کہا "اللہ نے محمد ﷺ کی عزت افزائی کیلئے آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کو محفوظ کیا آپ ﷺ کے نام کی حفاظت کیلئے۔ انہوں نے بدکاری نہیں کی اور ان کو کبھی کسی کی عار نہیں پہنچی آدم علیہ السلام سے لیکر آپکے ماں باپ تک۔ اور صحیح بخاری میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں بنی نوع انسان کے بہترین دور میں مبعوث ہوا "میں عہد بہ عہد منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ میرے ظہور کا زمانہ آ گیا۔"

آپ ﷺ کا درجہ

امام سخاوی نے کہا کہ رسول پاک ﷺ پہلوں، پچھلوں اور مقرب فرشتوں

سيد الخلائق أجمعين ، وحبيب رب العالمين المخصوص بالشفاعة العظمى يوم الدين مولانا أبو القاسم أبو إبراهيم محمد بن عبد الله بن عبد المطلب واسمه شيبة الحمد قيل وإنما قيل له عبد المطلب[1] لأن أباه هاشما قال لأخيه المطلب وهو بمكة حين حضرته الوفاة : أدرك عبدك بيثرب ، وقيل : إن عمه المطلب جاء به إلى مكة رديفه وهو بهيئة بذة فكان يسأل عنه ، فيقول أهو عبدى حياء أن يقول : ابن أخى فلما أدخله وأظهر من حاله أظهر أنه ابن أخيه ، وهو أول من خضب بالسواد من العرب وعاش مائة وأربعين سنة[2].

ابن **هاشم** واسمه عمرو وإنما قيل له : هاشم لأنه كان يهشم الثريد لقومه حين الجدب .

ابن **عبد مناف** بن قُصَىّ تصغير قَصِىّ بعيد لأنه بعد عن عشيرته في بلاد قضاعة حين احتملت أمه فاطمة[3].

ابن **كلاب** وهو منقول إما من المصدر الذى فى معنى المكالبة نحو كالبت العدو مكالبة أى مشارة ومضايقة ، وإما من الكلاب جمع كلب لأنهم يريدون الكثرة كأنهم تسموا بسباع ، وسئل أعرابى لم سموا أبناءكم شر الأسماء نحو كلب وذئب وعبيدكم بأحسن الأسماء نحو مرزوق ورباح ؟ فقال : إنما نسمي أبناءنا لأعدائنا ، وعبيدنا لأنفسنا يريدون أن الأبناء عدة للأعداء ، وسهام فى نحورهم ، فاختاروا لهم هذه الأسماء .

---

١) عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف ، أبو الحارث زعيم قريش فى الجاهلية وأحد سادات العرب ، مولده فى المدينة ومنشأه فى مكة ، كان فصيح اللسان ، حاضر القلب ، أحبه قومه ورفعوا من شأنه ، كانت له السقاية والرفادة ، وهو جد رسول الله - ﷺ قيل اسمه شيبة ، وعبد المطلب لقب غلب عليه ، انظر تاريخ الطبرى (٢ ١٧٦) والسيرة لابن هشام (٥٧/١) ، والبداية والنهاية (٢٤٨/٢)

(٢) انظر الأعلام للزركلي (١٥٤/٤ ، ١٥٥)

(٣) قصي بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤى سيد قريش فى عصره ورئيسهم ، قيل هو أول من كان له مُلك من بنى كنانة وهو الأب الخامس فى سلسلة النسب النبوى ، مات أبوه وهو طفل فتزوجت أمه برجل من بنى عذرة ، فانتقل بها إلى أطراف الشام ، وسمى « قصيا » لبعده عن دار قومه ، وأكثر المؤرخين على أن اسمه زيد أو يزيد ، ولما كبر عاد إلى الحجاز ، جدد بناء الكعبة ، حاربته القبائل فجمع قومه وأسكنهم مكة ليتقوى بهم عصبيته فلقبوه « مجمعاً » وكانت له الحجابة والسقاية والرفادة والندوة واللواء ، وفى درر الفوائد اتخذ لنفسه دار الندوة وجعل بابها إلى مسجد الكعبة انظر طبقات ابن سعد (٣٦/١ - ٤٢) تاريخ الطبرى (١٨١/٢) والسيرة لابن هشام (٤٢/١) والأعلام (١٩٨/٥ ، ١٩٩)

اور تمام مخلوق کے سردار ہیں اور رب العالمین کے محبوب ہیں، قیامت کے دن شفاعت عظمیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ہمارے سردار ابوالقاسم ابو ابراہیم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ﷺ عبدالمطلب کا اصل نام شيبة الحمد تھا۔ کہا جاتا ہے کہ عبدالمطلب کا یہ نام اس لئے پڑھا کہ ان کے والد ہاشم نے اپنے بھائی مطلب کو مکہ میں اپنی وفات کے وقت کہا کہ یثرب میں اپنے غلام کو سنبھالو یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے چچا مطلب آپ کو اپنے پیچھے بٹھا کر مکہ میں آئے اس وقت وہ بڑے خستہ حال تھے۔

جب ان سے پوچھا جاتا تو کہتے کہ یہ میرا غلام ہے۔ بھتیجا کہنے سے شرماتے تھے۔ جب مکہ میں داخل ہوئے اور اپنے حال کو ظاہر کیا تو پھر ان کے بھتیجے ہونے کا اظہار کیا۔ عرب میں پہلا آدمی ہے جس نے خضاب کیا اور ایک سو چالیس سال تک زندہ رہا۔

ہاشم کا اصل نام عمرو تھا اور ان کو ہاشم اس لئے کہتے تھے کہ یہ قحط کے زمانے میں اپنی قوم کیلئے کھانا تیار کرتے تھے۔ ہاشم ابن مناف بن قصی یہ تصغیر ہے قصی کی اور اس کا معنی بعید دور ہونا ہے کیونکہ یہ اپنے خاندان سے بہت دور قضاعہ قبیلے کے علاقے میں تھے جبکہ ان کی ماں فاطمہ ان سے حاملہ تھیں۔

ابن کلاب یا تو منقول مصدر "مکالبہ" سے جیسے کہتے ہیں "كالبت العدو مكالبة" کہ "میں نے دشمن کو مشکل میں ڈال دیا" یا یہ "کلاب" سے ہے جو جمع ہے کلب کی بمعنی "کتے" کیونکہ یہ ہمیشہ تعداد بڑھاتے رہتے تھے گویا ان کو درندے قرار دیا گیا۔

ایک اعرابی سے پوچھا گیا کہ تم لوگوں نے اپنے بیٹوں کے برے برے نام کیوں رکھے ہیں جیسے کلب (کتا) ذئب (بھیڑیا) اور اپنے غلاموں کے اچھے نام رکھتے ہو جیسے مرزوق (جس کو رزق ملے) رباح (نفع، فائدہ) تو اس نے کہا کہ ہم اپنے بیٹوں کے نام اپنے دشمنوں کے لئے رکھتے ہیں اور اپنے غلاموں کے اپنے لئے رکھتے ہیں۔ مراد یہ کہ بیٹے دشمنوں کے لئے ڈھال ہیں اور ان کے سینے میں پیوست ہونے والے تیر اس لئے انہوں نے یہ نام اختیار کئے۔

ابن مُرَّة بضم الميم وتشديد الراء[1]

ابن كعب[2] وهو أول من سمّى يوم الجمعة، وكان اسمه أولاً يوم العروبة، وكان يخطب فيه، وتجتمع قريش لسماعه، وهو أول من قال: أما بعد، وربما أنذر في خطبته بخروج النبي ﷺ - ويعلمهم بأنه من ولده ويأمرهم باتباعه ويقول:

ياليتني شاهد فحواء دعوته حين العشيرة تبغي الحق خذلانا

ابن لؤي تصغير اللأي.

ابن غالب بن فهر بكسر الفاء، واسمه قريش أو لقبه وفهر اسمه وإليه ينتهي نسب قريش فمن لم يكن من ولده فليس بقرشي بل كناني وهذا هو الأصح وعليه تنسب قريش.

ابن مالك بن النضر، وقيل: إنه لقب به لنضارة وجهه، واسمه قيس، وعند كثيرين أنه جامع قريش.

ابن كنانة[3] بكسر الكاف أبو قبيلة بن خزيمة تصغير خزمة بالخاء والزاي المعجمتين.

ابن مُدْرِكة[4] على صيغة الفاعل.

ابن إلياس[5] بكسر الهمزة قطعا في قول ابن الأنباري، وقيل بفتحها وصلا

---

(١) مرة بن كعب بن لؤي، من عدنان: جد جاهلي من سلسلة النسب النبوي، يكنى أبا يقظة، وبنو مخزوم وبنو تيم، انظر: الكامل لابن الأثير (٢/٩) وتاريخ الطبري (٢/١٨٥) وجمهرة الأنساب (١٢) والأعلام (٥/٢٠٩)

(٢) كعب بن لؤي بن غالب، أبو هُصيص: جد جاهلي، خطيب، من سلسلة النسب النبوي، كان عظيم القدر عند العرب، من نسله بنو سعد وبنو سهل وبنو العاص وبنو نضيل انظر: تاريخ الطبري (٢/١٨٥) والأعلام (٥/٢٢٨)

(٣) كنانة بن خزيمة بن مدركة: جد جاهلي، من سلسلة النسب النبوي، كنيته أبو النضر، انظر: تاريخ الطبري (٢/١٨٨) والكامل لابن الأثير (٢/١٠) والأعلام (٥/٢٣٤)

(٤) مدركة بن إلياس بن مضر: جد جاهلي، من سلسلة النسب النبوي الشريف، كنيته أبو هذيل كان اسمه عمراً، ولقبه مدركة تفرع نسله وهو خلائق كثيرة، اشتهر من نسله هذيل في الجاهلية وصدر الإسلام منهم أكثر من سبعين شاعرًا، انظر: الكامل لابن الأثير (٢/١٠) وتاريخ الطبري (٢/١٨٩) والأعلام (٢/١٩٧).

(٥) إلياس بن مضر بن نزار، أبو عمرو، جاهلي من سلسلة النسب النبوي، قيل: هو أول من أهدى البدن إلى البيت الحرام، ويذكر أن النبي ﷺ - أنه قال: «لا تسبوا إلياس فإنه كان مؤمنا»، انظر الكامل لابن الأثير (٢/١٠)، وتاريخ الطبري (٢/١٨٩)

ابن مُرّہ، ابن کعب یہ پہلا آدمی ہے جس نے جمعہ کا نام جمعہ رکھا ہے پہلے اس کو یوم العروبہ کہتے تھے اس دن یہ خطبہ دیا کرتے تھے اور قریش سننے کیلئے جمع ہوتے تھے یہ پہلا شخص ہے جس نے اما بعد کا لفظ استعمال کیا۔

نبی پاک ﷺ کے ظہور سے آگاہ کرتا اور لوگوں کو بتاتا کہ یہ میری اولاد میں سے ہونگے تمہیں انکی پیروی کرنی ہے اور اکثر یہ شعر گنگناتا: ''اے کاش میں حاضر ہوتا انکی دعوت کے وقت جب یہ خاندان (قریش) حق کو رسوا کر کے نکال دے گا۔''

ابن لوی، اللأی کی تصغیر ہے۔

ابن غالب بن فہر ان کا نام قریش ہے یا لقب ہے اور فہر نام ہے اگر قریش لقب ہے تو فہر نام ہے اور اگر فہر لقب ہے تو قریش نام ہے۔ اور قریش کا نسب انہی تک پہنچتا ہے جو ان کی اولاد میں سے نہیں وہ قریش نہیں بلکہ کنانی ہے اور یہی بات صحیح تر ہے اور قریش انہی کی طرف منسوب ہیں۔ ابن مالک بن نضر، ان کا یہ لقب ان کے چہرے کی بشاشت کی وجہ سے ہے اور ان کا نام قیس تھا اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ یہ قریش کو جمع کرنیوالے ہیں۔ ابن کنانہ ابو قبیلہ بن خزیمہ یہ خزمۃ کی تصغیر ہے۔ ابن مدرکۃ صیغہ فاعل ہے۔ ابن الیاس

مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''الیاس کو برا بھلا مت کہو کیونکہ وہ مومن تھے یہ بات امام سہیلیؒ نے روضۃ الأنف میں ذکر کی ہے۔ الزبیر نے بیان کیا کہ یہ بنی اسرائیل پر اعتراض کرتے تھے کہ انہوں نے اپنے باپ دادے کے طور طریقے بدل دیئے ان میں کھڑے ہوکر وعظ نصیحت کرتے تھے یہاں تک کہ ان کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور وہ ان پر راضی ہوگئے اور ایسے راضی ہوئے کہ ان کے بعد کسی اور پر اتنے راضی نہ ہوئے۔ اور یہ پہلا شخص ہے جس نے خانہ کعبہ کیلئے ھدی کے جانور بھیجے۔ عرب ہمیشہ ان کی اسطرح تعظیم کرتے تھے جیسے دانشمندوں کی تعظیم کی جاتی ہے۔

ابن مضر اس کا وزن ''فُعَلْ'' ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کو مضر اس لئے کہا جاتا ہے کہ جو ان کے حسن و جمال کو دیکھتا انکی طرف مائل ہوجاتا اور انکی آواز بھی بڑی خوبصورت تھی اتفاقاً

وهو قول قاسم بن ثابت ، ضد الرجا ، باسم النبي المشهور واللام فيه للتعريف ، وقال السهيلي : وهذا أصح ويذكر أنه كان يسمع في صلبة تلبية النبي - ﷺ - بالحج ، ويذكر أنه - ﷺ - قال : « لا تسبوا إلياس فإنه كان مؤمنا »[(١)] ذكر ذلك السهيلي في روضته ، وحكى الزبير أنه كان ينكر على بني إسماعيل ما غيروا من سنن آبائهم وكان يقوم فيهم ويعظهم حتى جمعهم على رأيه ورضوا به رضا لم يرضوا من أحد بعد أدد[(٢)] وهو أول من أهدى البُدن إلى البيت ، ولم تبرح العرب تعظمه تعظيم أهل الحكمة .

ابن مضر[(٣)] على وزن [فُعَل] قيل : لأنه كان يضير قلب من رآه حسنه وجماله ، وكان حسن الصوت ، فاتفق أنه سقط عن بعيره فأصيبت يده وهو يقول : وايداه وايداه ، فنشطت الإبل لسماع صوته ذلك بحيث كان ذلك أصل الحداء في العرب ، وصدق قول القائل : إنه أول من حدا ومن كلماته : من يزرع شرًا يحصد ندامة ، وخيرًا يخير أعجله . ويروى عن ابن عباس لا تسبوا مضر وربيعة ، يعني أخاه ، فإنهما كانا مسلمين على ملة إبراهيم[(٤)] ، بل يروى عن ابن عباس معهما أيضا خزيمة الماضي ومعد ، وعدنان وأدد ، وقيس وتميم ، وأسد وضبة وإنهم ماتوا على ملة إبراهيم . بل يروى عن ابن عباس : فلا تذكرهم إلا بما يذكر به المسلمون . ابن نزار[(٥)] بكسر النون وتخفيف الزاي مأخوذ من النزر وهو القليل لأنه كان فريد عصره ، وقيل : لأنه لما ولد نظر أبوه نور محمد - ﷺ - بين عينيه فرح فرحا شديداً ، وأطعم طعاماً كثيراً ، وقال : إن هذا كله نزر أي : قليل لحق هذا المولود . ابن مَعَدّ[(٦)] بفتح الميم والعين المهملة وتشديد الدال ويروى أن بختنصر لما غزا

(١) أخرجه السهيلي كما في الأعلام (١٠/٢)

(٢) أدد بن زيد بن يشجب بن عريب الكهلاني ، من قحطان جد جاهلي لا يعرف مولده ولا وفاته ، انظر ، الأعلام (٢٧٨/١)

(٣) مضر بن نزار بن معد بن عدنان من سلسلة النسب النبوي ، من أهل الحجاز ، كان من أحسن الناس صوتا ، انظر تاريخ الطبري (١٨٩/٢) والكامل لابن الأثير (١٠/٢) والأعلام (٢٤٩/٧)

(٤) انظر ، البداية والنهاية (١٩٩/٢)

(٥) نزار بن معد بن عدنان جد جاهلي ، يتصل به النسب النبوي كنيته أبو إياد أو أبو ربيعة ، كانت له سيادة وثروة كبيرة ، انظر الكامل لابن الأثير (١١/٢) وتاريخ الطبري (١٩٠/٢) والأعلام (١٦/٨)

(٦) معد بن عدنان بن أد بن أدد بن الهميسع ، من أحفاد إسماعيل من سلسلة النسب النبوي ، انظر تاريخ الطبري (١٩١/٢) الكامل لابن الأثير (١١/٢) والأعلام (٢٦٦/٧)

یہ اونٹ سے گرے اور ان کے ہاتھ پر ضرب لگی اور انکے منہ سے وایداہ وایداہ کی آواز نکلنے لگی انکی آواز سن کر اونٹ مست ہو گیا اور عرب میں یہی بات حدی خوانی کا سبب بنی۔

اور کہنے والے کی یہ بات سچی ہے کہ یہ شخص پہلا حدی خوان ہے اور اس کے اقوال میں سے یہ بھی ہے۔ "جس نے برائی کا بیج ڈالا وہ پشیمانی کی فصل کاٹے گا جس نے خیر کا بیج ڈالا تو وہ بہت جلد خیر کی فصل کاٹے گا"

ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ "مضر اور ربیعہ (جو اس کا بھائی تھا) کو برا بھلا مت کہو کیونکہ یہ دونوں ملت ابراہیمی کے پیروکار مسلمان تھے" بلکہ ابن عباس ﷺ سے تو یہ بھی روایت ہے کہ خزیمہ، معد، عدنان، ادد، قیس، تمیم، اسد اور ضبۃ یہ تمام دین ابراہیمی پر فوت ہوئے۔ بلکہ ابن عباس ﷺ سے یہ بھی روایت ہے کہ ہم تو ان کا ذکر ان الفاظ میں کریں گے جن سے مسلمانوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ابن نزار یہ نزر سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے "کم" کیونکہ یہ اپنے زمانے کا یکتا تھا کہا گیا ہے کہ جب یہ پیدا ہوئے تو انکے والد نے نور محمد ﷺ ان کی آنکھوں کے درمیان چمکتا ہوا دیکھ تو بہت خوش ہوئے اور مخلوق خدا کو بہت کھانا کھلایا اور کہنے لگے یہ نذر ہے جبکہ اس نومولود بچے کے حق کے مقابلے میں یہ کھانا بہت قلیل ہے۔ ابن معدّ روایت کیا جاتا ہے کہ جب بخت نصر نے عرب علاقوں پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے نبی ارمیا علیہ السلام کو اس وقت وحی فرمائی کہ معد کے پاس آؤ اور اسے اس علاقے سے نکال کر شام لے جاؤ اور اسکی حفاظت کرو کہ ان کی اولاد سے خاتم النبیین محمد ﷺ پیدا ہونگے لہذا انہوں نے ایسا ہی کیا۔ روایت ہے کہ ان کی اولاد میں سے جب بیس یا چالیس کی تعداد ہو گئی تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر حملہ کر دیا اور لوٹ مار کی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ ان کو بددعا نہ دینا دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے تین بار بددعا کی اور وہ قبول نہ ہوئی عرض کی اے رب میں نے تجھ سے اس قوم کیلئے بددعا کی جنہوں نے ہم پر حملہ کیا لیکن تو نے میری بددعا قبول نہیں کی۔ فرمایا موسیٰ ان میں ایک صاحب خیر آخری زمانے میں آئے گا۔ یہاں تک نسب کا اختلاف نہیں۔

بلاد العرب أوحى الله إلى أرميا نبي بني إسرائيل إذ ذاك أن . ائت معدًّا فأخرجه عن بلاده ، وأحمله إلى الشام ، وتول أمره ، فإنه يخرج من ولده محمد – ﷺ – خاتم النبيين ففعل به ذلك[1].

ويروى أن أولاده لما بلغوا عشرين أو أربعين أغاروا على عسكر موسى ، فانتهبوا فعلوا موسى عليهم فأوحى الله إليه : لا تدع عليهم ، وفي لفظ : أنه دعا عليهم فلم يُجَبْ حتى فعلوا ذلك ثلاثًا ، فقال : يا رب دعوتك على قوم أغاروا علينا فلم تجبني فيهم ، فقال : يا موسى فيهم خيرتي في آخر الزمان . **ابن عدنان**[2] بفتح العين وإلى هنا من النسب الشريف لا خلاف فيه .

● *اختلاف العلماء في نسبه الشريف بعد عدنان :*

وإنما الخلاف فيمن فوق عدنان على أقوال كثيرة متباينة جدًّا ، ولذا يروى أن النبي – ﷺ – ، كان إذا بلغ في النسب إلى عدنان أمسك ، وقال : **كذب النسابون**[3]. قال الله تعالى : **﴿ وقرونا بين ذلك كثيرا ﴾**[4] قال ابن عباس : **ولو شاء الله أن يعلمه لأعلمه .**

قال ابن دحية : أجمع العلماء – والإجماع حجة – على أن رسول الله – ﷺ – إنما انتسب إلى عدنان ولم يجاوزه . وفي مسند الفردوس عن ابن عباس أنه – ﷺ – : « كان إذا انتسب لم يجاوز معد بن عدنان ثم يمسك ويقول : **كذب النسابون** »[5] قال السهيلي : لا يصح في هذا الحديث أنه من قول ابن مسعود ، وقال غيره : كان ابن مسعود إذا قرأ قوله تعالى : **﴿ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِن بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ ﴾**[6] قال : كذب

---

(١) انظر البداية والنهاية لابن كثير (٢/١٩٤)

(٢) عدنان بن أد ، اتفق المؤرخون على أنه من أبناء اسماعيل بن إبراهيم عليهما الصلاة والسلام ، وإلى عدنان ينتسب معظم أهل الحجاز ، وكان رسول الله – ﷺ – إذا انتسب فبلغ عدنان يمسك ويقول كذب النسابون انظر تاريخ الطبري (٢/١٩١) والأعلام (٤/٢١٨) والبداية (٢/١٩٣ ، ١٩٤)

(٣) أورده ابن كثير في البداية والنهاية (٢/١٩٤) الأعلام (٤/٢١٨) والسيوطي في الدر المنثور (٥/٧٢)

(٤) الفرقان : ٣٨ .

(٥) تقدم تخريجه

(٦) إبراهيم : ٩

عدنان کے بعد نسب پاک میں اختلاف علماء

اختلاف صرف عدنان سے اوپر ہے اور یہ بہت زیادہ ہے اس لئے روایات میں آتا ہے کہ نبی پاک ﷺ اپنا نسب بیان کرتے کرتے عدنان پر آکر رک جاتے اور فرماتے کہ نسب بیان کرنے والوں نے اس سے آگے جھوٹ بولا ہے۔

اللہ فرماتا ہے. ''کہ اس عرصہ میں بہت قومیں گزریں۔'' (القرآن، الفرقان ۳۸)

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کسی کو بتانا چاہے تو بتادے۔

ابنِ دحیہ نے کہا کہ علماء کا اجماع حجت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معد بن عدنان سے آگے اپنا نسب بیان نہیں کیا اور فرماتے تھے کہ نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ بولا ہے۔ امام سہیلیؒ نے کہا کہ اس سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث نہیں۔

یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے، بعض علماء نے کہا کہ جب ابن مسعود یہ آیت پڑھتے ''کیا تمہارے پاس تم سے پہلوں کی خبر نہیں آتی قوم نوح قوم عاد اور قوم ثمود اور انکے بعد آنے والے جنکو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (فرمایا نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ بولا ہے۔)'' (القرآن، ابراہیم،۱۴، ۹)

یعنی وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ نسب کا اور اللہ نے اپنی کتاب میں انکے علم کی نفی کردی۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ہم عدنان تک نسب بیان کرتے ہیں اور اس سے اوپر کا ہمیں کچھ پتہ نہیں۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عدنان اور اسماعیل علیہ السلام کے درمیان تیس آباء کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں۔

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ ہمارے علم میں کوئی ایسا آدمی نہیں جو معد ابن عدنان کے بعد کسی کو جانتا ہو اور امام مالک سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنا نسب آدم علیہ السلام تک بیان کرے تو آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا اسے کس نے بتایا۔

ایسے ہی باقی انبیاء کے نسب کے بارے میں آیا ہے۔

نسابون[1] يعني أنهم يدعون على الأنساب ، ونفى الله علمهم في الكتاب وروى عن ابن عمر أنه قال : أنا انتسب إلى عدنان وما فوق ذلك لا ندرى ما هو[2] وعن ابن عباس : بين عدنان وإسماعيل ثلاثون أبا لا يعرفون[3] وقال عروة ابن الزبير : ما وجدنا أحداً يعرف بعد معد بن عدنان[4] وسئل مالك عن الرجل يرفع نسبه إلى آدم فكره ذلك وقال : من أخبره بذلك[5]، وكذا روى عنه في رفع نسب الأنبياء .

● عبد المطلب وأصحاب الفيل :

قال بن شهاب : إن أول ما ذكر من فضائل عبد المطلب أن قريشا خرجت من الحرم لما قدم عليهم أصحاب الفيل وقال هو : والله لا أخرج من حرم الله أبغى العز في غيره ، ولا أبغي سواه بديلا ، وأقام عند البيت الحرم حتى كان من أمره مع صاحب الحبشة حين خرج إليه مطلوبا ما عظم به عنده وعند قومه أولى الوجاهة والكرم ، وأهلك الله سبحانه الحبشة وردهم عن بيته ، وأزال عن أهله تلك الوحشة[6]

وكانت السقاية والرفادة لعبد المطلب بعد عمه المطلب فإنه أقام لقومه ما كان آباؤه يقيمونه لهم من قبله ، فشرف بذلك شرفا لم يبلغه آباؤه ، ولا وصل أحد منهم إلى مثله ، وأحبه قومه وعظم خطره فيهم ، واعتمدوا في إرشادهم وتنبيهم

والرفادة : شيء كانت قريش في الجاهلية تتخارجه من بينهم على قدر طاقتهم بحيث يجتمع من ذلك شيء كثير ، ثم يشترون به طعاما وزبيبا لنبيذ ، ويطعمون الناس ويسقونهم أيام موسم الحج حتى ينقضى[*]

---

(١) أورده ابن كثير في تفسيره (٥٤٣/٢)

(٢) أورده ابن كثير في البداية والنهاية (١٩٤/٢)

(٣) انظر : الموضع السابق (١٩٤/٢)

(٤) انظر : الموضع السابق (١٩٤/٢)

(٥) انظر : الموضع السابق (١٩٤/٢)

(٦) وقد أورد الله تعالى قصة أصحاب الفيل ، في محاولة هدم الكعبة الشريفة وكيف انتقم الله منهم حيث أرسل عليهم طيراً أبابيل فأهلكهم ، وصدق الله تعالى إذ يقول : ﴿ ألم تر كيف فعل ربك بأصحاب الفيل ، ألم يجعل كيدهم في تضليل ، وأرسل عليهم طيراً أبابيل ، ترميهم بحجارة من سجيل ، فجعلهم كعصف مأكول ﴾

(*) راجع النهاية لابن الأثير (٢٤٢/٢) و(٣٨٦/٢)

حضرت عبدالمطلب اور اصحاب فیل

ابن شہاب نے کہا کہ عبدالمطلب کی اولین فضیلت یہ بیان کیجاتی ہے کہ ہاتھی والے جب خانہ کعبہ پر حملہ آور ہوئے تو قریش حرم سے باہر چلے گئے لیکن آپ نے فرمایا کہ بخدا اللہ کے حرم سے نکل کر میں کسی اور جگہ عزت طلب نہیں کرونگا۔

اور اس کے سواء مجھے کچھ نہیں چاہیے اور آپ بیت الحرام کے اندر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ آپ کا معاملہ حبشیوں سے پڑا اور آپ اپنا مطلوب مانگنے کیلئے ان کے پاس آئے آپکی وجاہت اور عظمت کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئے۔ اللہ نے حبشیوں کو ہلاک کیا اور ان کو اپنے گھر سے بھگا دیا اور اہل مکہ سے وحشت کو دور کر دیا۔

سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانا) اور رفادہ (اللہ کے گھر کی خدمت کا منصب) کا منصب آپکے چچا مطلب کے بعد عبدالمطلب کے پاس آ گیا تو آپ نے اپنی قوم کی اسی طرح قیادت کی جس طرح کہ آپ کے آباؤ اجداد پہلے قیادت کرتے رہے اس وجہ سے آپ عزت اور عظمت کے اس بلند مقام پر فائز ہوئے جس پر آپ سے پہلے کوئی نہ پہنچ سکا قوم نے آپ سے بہت محبت کی اور آپ کو بہت عزت دی اور آپ کی راہنمائی اور خبرداری پر پورا اعتماد کیا۔

الرفادۃ

دور جاہلیت میں قریش حسب توفیق اپنے عطیات جمع کر کے اس سے غلہ وغیرہ خرید کر نبیذ تیار کرتے اور موسم حج میں آخر وقت تک لوگوں کو کھلاتے پلاتے۔

عبدالمطلب کی نذر اور بیٹے کو ذبح کرنا

نبی پاک ﷺ نے فرمایا میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ مراد اسماعیل علیہ السلام اور آپ ﷺ کے والد عبداللہ، یہ واقعہ طبرانی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے نذر مانی کہ ان کے دس بیٹے ہوئے ان میں سے ایک کو قربان کردیں گے جب دس بیٹے پورے ہوئے تو آپ نے قرعہ اندازی کی تو قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا جو عبدالمطلب کو سب سے زیادہ پیارے تھے۔ تو آپ نے دعا مانگی

● **نذر عبد المطلب ذبح ولده :**

وبروى عنه – ﷺ – أنه قال : « أنا ابن الذبيحين »[1] يعني بها جده إسماعيل وأباه عبد الله والقصة أخرجها الطبراني من طريق ابن وهب عن أسامة ابن زيد عن الزهري عن قبيصة بن ذؤيب أن عبد الله بن عباس قال : كان عبد المطلب نذر إن كمل له عشرة من الولد أن ينحر أحدهم فلما كمل عشرة[2] أقرع بينهم أيهم ينحر ؟ فطارت القرعة على عبد الله وكان أحب الناس إلى عبد المطلب ، فقال : اللهم هو أو مائة من الإبل ، ثم أقرع فطارت القرعة على المائة من الإبل[3]، وذكر الزبير بن بكار أنه نحرها وتركها للناس فأخذوها .

● **مشروعية الدية :**

قال السخاوي : وصارت الدية مشروعة بتعيين مائة من الإبل بين المسلمين بعد أن كانت في الجاهلية عشرة ولهذا اقتصر على هذا العدد في القرعة المتكررة حيث كان عبد المطلب يزيد عشرة ثم عشرة إلى أن صارت مائة فجاءت عليها القرعة .

● **سبب نذره :**

قال القسطلاني : وكان سبب نذره حفر أبيه عبد المطلب « زمزم » لأن الجرهمي عمرو بن الحارث لما أحدث قومه بحرم الله الحوادث ، وقيض الله لهم من أخرجهم من مكة ، عمد عمرو إلى نفائس فجعلها في زمزم ، وبالغ في طمسها وفر إلى اليمن بقومه ، فلم تزل زمزم من ذلك العهد مجهولة إلى أن رفعت عنها الحجب برؤيا منام رآها عبد المطلب ، دلته على حفرها بأمارات عليها ، فمنعته قريش من ذلك ، ثم آذاه من السفهاء من آذاه واشتد بذلك بلاؤه ومعه ولده الحارث ، ولم يكن له ولد سواه فنذر لئن جاءه عشرة بنين وصاروا له أعوانا ليذبحن أحدهم قربانا ، ثم احتفر عبد المطلب زمزم فكانت له فخرا وعزا[4].

---

(١) أخرجه ابن مردويه والآمدي ، عن عبد الله بن سعيد الصنابحي كما في الدر المنثور للسيوطي (٥/٢٨١)

(٢) أولاده العشرة هم الحارث والزبير وحجل وضرار والمقوم وأبو لهب والعباس وحمزة وأبو طالب وعبد الله ، وقد جمعهم عبد المطلب ثم أخبرهم بنذره ودعاهم إلى الوفاء لله عز وجل بذلك النذر ، فأطاعوه ثم أقرع بينهم ، ووقعت القرعة على ابنه عبد الله وكان أصغر ولده وأحبهم إليه .

(٣) أورد القصة ابن كثير (٢/٢٤٨) في البداية والنهاية

(٤) انظر البداية والنهاية (٢/٢٤٤ ، ٢٤٨) لابن كثير

یااللہ یہ بیٹا قربان کروں یا سواونٹ پھر قرعہ اندازی کی تو سواونٹ نکل آئے زبیر نے بن بکار نے یہ بات ذکر کی کہ آپ نے ان کو ذبح کر کے لوگوں کے سامنے رکھ دیا اور وہ حسب ضرورت لے گئے۔

دیت کی مشروعیت

سخاوی نے کہا کہ مسلمانوں کے درمیان دیت کی مقدار سواونٹ مقرر ہے جبکہ دور جاہلیت میں دس اونٹ ہوتی تھی۔

نذر کا سبب

امام قسطلانی نے کہا کہ اس نذر کا سبب یہ تھا کہ عبدالمطلب زم زم کا چشمہ کھودنا چاہتے تھے جب بنو جرھم قبیلے کے عمرو بن حارث اور انکی قوم نے اللہ کے حرم میں فسادات کی آگ بھڑکائی اور اللہ نے ان پر ایسے لوگ مسلط کیے جنہوں نے ان کو مکہ سے نکال باہر کیا تو عمرو نے خانہ کعبہ کے نفیس اور قیمتی نذرانوں کو بچانے کے لئے زم زم کے چشمے میں دفنا دیا اور اس کا نام ونشان مٹا کر خود اپنی قوم کے ہمراہ یمن کی طرف بھاگ گیا اس کے بعد زم زم لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہا۔ یہاں تک کہ عبدالمطلب کو خواب آیا ،ور انہوں نے ان نشانیوں کے مطابق اس چشمے کے اوپر سے پتھر ہٹا کر اسے ظاہر کیا قریش نے ان کو منع کیا اور ان کے بے وقوف لوگوں نے ان کو اور انکے بیٹے حارث کو بہت اذیت دی اس وقت ان کا ایک ہی بیٹا حارث تھا تو آپ نے نذر مانی کہ اگر دس بیٹے میری مدد کے لئے پیدا ہوئے تو میں ان میں سے ایک کو اللہ کے راستے میں قربان کردوں گا پھر عبدالمطلب نے زم زم کا چشمہ کھودا اور یہ ان کے لئے باعث عزت وعظمت ہوا۔

عبدالمطلب کا اپنے بیٹے سیدنا عبداللہ ﷺ کا آمنہ بنت وھب ﷺ سے شادی کرنا

سیدنا عبداللہ ﷺ کا آمنہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرنے کا البرقی نے ذکر کیا ہے۔ حضور ﷺ کے دادا یمن تشریف لاتے اور وہاں کے کسی سردار کے ہاں ٹھہرتے ایک بار جو تشریف لائے تو میزبان سردار کے پاس اہل کتاب کا ایک عالم تھا اس نے کہا مجھے اجازت ہو تو آپکی تجارت کی تحقیق کروں آپ نے فرمایا غور کریں۔ اس عالم نے کہا کہ میرے

● تزويج عبد المطلب ابنه عبد الله من آمنة بنت وهب :

وذكر البرقي في سبب تزويج عبد الله بآمنة أن جده كان يأتي « اليمن » فينزل عند عظيم من عظمائهم فنزل عنده مرة فإذا عنده رجل ممن قرأ الكتب ، فقال : ائذن لي أفتش منخرك . فقال : دونك فانظر ، فقال : أرى نبوة وملكاً وإنما هي في المنافين يعني عبد مناف بن قصي وعبد مناف بن زهرة فلما انصرف عبد المطلب انطلق بابنه عبد الله فزوجه بآمنة بنت وهب بن عبد مناف بن زهرة بن حرة[1]. قال كعب الأحبار : وأعطى الله آمنة عند ذلك من النور والبهاء والوقار والجمال والكمال ما كانت تدعى به سيدة قومها ، وبقي عبد الله والنور بين عينيه لا يخرج حتى أذن الله للنور أن يخرج إلى بطن أمه . وأخرج البيهقي في الدلائل من طريق معمر عن الزهري قال : كان عبد الله من أحسن فتى في قريش ، فمر بنسوة مجتمعات ، فقالت امرأة منهن : يا نساء قريش أيتكن تتزوج هذا الفتى فتصطاد النور الذي بين عينيه ؟ قال : فتزوج آمنة فحملت برسول الله - ﷺ -[2].

[أخرج] ابن عبد البر : لما تزوج عبد الله آمنة كان ابن ثلاثين سنة وقيل : ابن خمس وعشرين ، وقال غيره : ثمانية عشر . قال السخاوي : وهو الراجح .

● حمل آمنة برسول الله - ﷺ - :

وقال سهل بن عبد الله التستري[3] فيما رواه الخطيب البغدادي الحافظ : لما أراد الله خلق محمد - ﷺ - في بطن أمه ، وذلك في ليلة الجمعة من رجب أمر الله في تلك الليلة « رضوان » خازن الجنان أن يفتح أبواب الفردوس وينادي منادٍ في السموات والأرضين : ألا إن النور المخزون المكنون الذي يكون منه النبي - ﷺ - الهادي في هذه الليلة يستقر في بطن أمه الذي فيه يتم خلقه ويخرج إلى الناس نذيراً . وذكر الزبير بن بكار : أنه كان في أيام التشريق في شعب أبي طالب عند الجمرة الوسطى[4].

وللواقدي من جهة وهب بن زمعة عن عمته قالت : كنا نسمع أن رسول

(١) أخرجه أبو نعيم في دلائل النبوة ، حديث (٧١) والبداية (٢/٢٥١).
(٢) أخرجه أبو نعيم في دلائل النبوة ، حديث (٧٥).
(٣) سهل بن عبد الله التستري ، أبو محمد ، أحد أئمة الصوفية وعلمائهم والمتكلمين في علوم الإخلاص ، له كتاب في تفسير القرآن ، وكتاب رقائق المحبين ، انظر حلية الأولياء (١٠/١٨٩) والأعلام (٣/١٤٣) .
(٤) أورده ابن كثير في البداية والنهاية (٢/٢٦١).

خیال میں نبوت اور حکومت دومنافوں میں آئے گی یعنی عبدمناف بن قصی اور عبدمناف بن زہرہ جب عبدالمطلب واپس آئے اور اپنے بیٹے کی شادی سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت وھب بن عبدمناف بن زھرہ بن حمزہ سے کردی۔

کعب احبار نے کہا اللہ تعالیٰ نے اسی وقت سے سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسا عظیم نور، چمک، وقار، جمال اور کمال عطا کیا جس کی وجہ سے ان کو قوم کی سیدہ کہا جانے لگا۔

حضرت عبداللہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے نور کی شعاعیں اس وقت تک نکلتی رہیں جب تک اللہ کے حکم سے وہ نور سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن اطہر میں منتقل نہیں ہوگیا۔

بیہقی نے الدلائل میں امام زھری سے یہ روایت بیان کی ہے کہ سیدنا عبداللہ ﷺ قریش کے حسین ترین نوجوانوں میں سے تھے عورتوں کی ایک جماعت کا ان کے پاس سے گزر ہوا تو ان میں ایک بی بی نے کہا اے قریش کی عورتو! تم میں سے کون ہے جو اس جوان سے شادی کرکے اس کے نور کا شکار کرلے جو انکی آنکھوں کے درمیان چمک رہا ہے؟ سو بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے شادی کرلی اور حضور ﷺ کا حمل آپ کے بطن مبارک میں ٹھہر گیا ابن عبدالبر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب سیدنا عبداللہ ﷺ نے سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شادی کی تو آپ کی عمر تیس یا پچیس سال اور بعض نے کہا کہ اٹھارہ سال تھی۔ السخاوی نے کہا کہ یہی زیادہ راجح قول ہے۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نورِ مصطفےٰ ﷺ سے حاملہ ہونا

خطیب بغدادی نے سھل بن عبداللہ تستری سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو آپ کی والدہ کے بطن مبارک میں پیدا کرنا چاہا تو یہ ماہ رجب کی جمعہ کی رات تھی اللہ تعالیٰ نے اس رات کو جنت کے خازن رضوان کو حکم دیا کہ جنت الفردوس کے سارے دروازے کھول دیے جائیں اور زمین و آسمان میں ایک منادی یہ اعلان کردے کہ ”سن لو وہ نور جو کہ ایک چھپا ہوا خزانہ تھا جس سے ہدایت دینے والے نبی پاک ﷺ نے ہونا تھا اس رات کو اپنی ماں کے پیٹ میں منتقل ہوئے جہاں آپ کی تخلیق مکمل ہوگی اور آپ ﷺ لوگوں کو ڈرسنانے کے لئے ظہور پذیر ہوں گے۔ الزبیر بن بکار نے کہا کہ میں ایام تشریق میں

الله - ﷺ - لما حملت به آمنة كانت تقول : ما شعرت أني حملت به ، ولا وجدت ثقلا كما تجد النساء إلا أني أنكرت رفع حيضتي ، وربما كانت تقول أمه آتاني آت وأنا بين النائم واليقظان ؛ فقال : هل شعرت أنك حملت ؟ فكأني أقول : ما أدرى ، فقال إنك حملت ، بسيد هذه الأمة ونبيها وسميه محمدًا وذلك يوم الإثنين[1]

ولابن حبان في صحيحه من حديث عبد الله بن جعفر عن حليمة السعدية مرضعته أن آمنة قالت لها : إن لابني هذا شأنا ، إني حملت حملا فلم أحمل حملا قط كان أخف علي ، ولا أعظم بركة منه ثم رأيت نورًا كأنه شهاب خرج مني حين وضعته أضاءت له أعناق الإبل ببصرى من أرض الشام ثم وضعته فما وقع كما يقع الصبيان ، وقع واضعا رجليه بالأرض رافعا رأسه إلى السماء[2]

● خروج النور المحمدى - ﷺ - :

وفي صحيح ابن حبان والحاكم ومسند أحمد وغيرهم عن العرباض بن سارية السلمي قال : قال رسول الله - ﷺ - : « **إني عبد الله في أم الكتاب لخاتم النبيين ، وإن آدم لمنجدل في طينته وسأنبئكم بأول ذلك دعوة إبراهيم وبشرى أخي عيسى قومه ورؤيا أمي التي رأت أنه خرج منها حين وضعت نور أضاءت له قصور الشام** »[3] قال السخاوى : قوله بُصْرَى . قال شيخنا : يحتمل أن يقرأ بضم الموحدة وسكون المهملة مقصوراً ويحتمل أن يُقرأ ببصرى بفتح الباء والصاد أي أنها رأت رؤيا عين ببصيرها ، قال : وبُصْرَى على الأول . بلدة معروفة بطرف الشرق بطرف دمشق مما يلي حُوران وهي قصبة من جهة الحجاز بينها وبين الشام نحو مرحلتين ، و(**النكتة**) في تخصيصها بالذكر مع أنه في رواية . « **أضاء ما بين المشرق والمغرب** »[4] وفي لفظ : « **الأرض** » ، وهما أشمل : كونه - ﷺ - وصل بعضه الشريعة إليها وما جاورها . وقال بعضهم : الإشارة إلى ما خص الشام به من نور نبوته ، فإنها دار ملكه كما ذكر أن في الكتب السالفة : محمد رسول الله مولده بمكة ، ومُهاجره بيثرب ، وملكه بالشام فمن مكة بدأت نبوة محمد - ﷺ - وإلى الشام تنتهي ، ولهذا أسرى بالنبي - ﷺ - إلى بيت المقدس وهو

---

(١) أخرجه أبو نعيم في دلائل النبوة ، حديث (٧٨)

(٢) أورده ابن كثير في البداية والنهاية (٢/٢٦٤) ، ونحوه أخرجه البيهقي في دلائل النبوة (٧٩)

(٣) أخرجه ابن حبان في صحيحه (٨/١٠٦) ، والحاكم في المستدرك (٢/٦٠٠) وقال : صحيح الاسناد

(٤) أورده ابن كثير في البداية والنهاية (٢/٢٦٤)

شعب ابی طالب میں (جو کہ جمرہ کے وسط کے قریب ہے) موجود تھا۔امام واقد کے مطابق وھب بن زمعۃ اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے حمل سے آپکی والدہ حاملہ ہوئیں تو فرماتی ہیں کہ مجھے حمل کا کوئی پتہ نہیں چلا اور نہ ہی دیگر عورتوں کی طرح مجھے کوئی بوجھ محسوس ہوا ہاں مجھے یہ چیز عجیب لگی کہ حیض نہیں آرہا۔کبھی آپکی والدہ ماجدہ یہ فرماتیں کہ میرے پاس آنیوالا آیا تو میں سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت میں تھی اس نے کہا تجھے معلوم ہو کہ تو حاملہ ہے گویا میں کہہ رہی ہوں کہ مجھے تو کچھ معلوم ہی نہیں۔ کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے پیٹ میں اس امت کا سردار اور نبی ہے اس کا نام محمد ﷺ رکھنا یہ پیر کا دن تھا۔

ابن حبان نے اپنی "صحیح" میں عبداللہ بن جعفر اور انہوں نے سیدہ حلیمہ سعدیہ سے روایت کیا کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا "بے شک میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہے میں نے کوئی حمل اس سے زیادہ بابرکت نہیں دیکھا پھر میں نے ستارے کی مانند نور دیکھا جو میرے جسم سے نکلا ہے جسکی روشنی اور نورانیت میں ملک شام کے شہر بصرہ کے بازاروں میں اونٹوں کی گردنیں نظر آرہی تھیں میں نے آپکو جنم دیا تو آپ ﷺ ایسے نہیں گرے جیسے عام بچے گر جاتے ہیں بلکہ آپکے دونوں ہاتھ زمین پر اور سر آسمان کی طرف اٹھا ہوا تھا۔

نور محمد ﷺ کا ظہور

صحیح ابن حبان، حاکم، احمد وغیرہم نے عرباض بن ساریہ السلمی سے روایت کی کہ

"بے شک میں اللہ کے ہاں ام الکتاب میں خاتم النبیین تھا اور آدم علیہ السلام مٹی کے گارے میں تھے اور عنقریب میں تم کو پہلی بات بتاتا ہوں کہ میں دعائے ابراہیم علیہ السلام ہوں اور اپنے بھائی عیسیٰ کی اپنی قوم کو دی گئی بشارت ہوں اور اپنی والدہ ماجدہ کا وہ نظارہ ہوں جو میری پیدائش کے وقت انہوں نے دیکھا کہ ایک نور ہے جسکی روشنی سے شام کے شاہی محلات چمک اٹھے"

استخاوی نے فرمایا کہ بصریٰ کے بارے میں ہمارے شیخ نے فرمایا کہ احتمال ہے کہ "باء" کا ضمہ اور "صاد" ساکن اور آخر میں الف مقصورہ۔

من الشام ، كما هاجر إبراهيم عليه السلام قبله إلى الشام ، بل قال بعض السلف : ما بعث الله نبيا إلا من الشام فإن لم يبعث منها هاجر إليها ، وفى آخر الزمان يستقر العلم والإيمان بالشام ، فيكون نور النبوة فيها أظهر منه فى سائر البلاد انتهى

● اختلاف الروايات فى وقت خروج النور المحمدى :

مما وقع من اختلاف الروايات فى خروج النور ، أهو حين الحمل ، أو الوضع ؟ لا مانع من وقوعه فى الوقتين ، وإن كانت الرواية فى خبر الوضع أولى بالإتصال ، وبالجملة ، فهذا النور إشارة إلى أن ما يجيء من النور الذى اهتدى به أهل الأرض وامتداد ملك أمته ودين الملة إلى الآفاق بالطول والعرض وهو أكثر مما بين المغرب والشمال بحيث زالت به ظلمة الشرك منها والضلال ، كما قال الله تعالى : ﴿ **قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ . يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ** ﴾[1] وقال : ﴿ **فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ** ﴾[2] وقد قال - ﷺ - كما فى صحيح مسلم وغيره عن ثوبان : « **زويت لى الأرض مشارق الأرض ومغاربها وسيبلغ ملك أمتى ما زوى** »[3].

● هل حملت آمنة بغير النبى - ﷺ - ؟ :

وقولها : فلم أحمل حملا كان أخف علىّ منه ، يفهم أنها حملت بغيره سيما ، وعند ابن سعد مما هو أصرح منه حديث إسحاق بن عبد الله قال : قالت أم النبى - ﷺ - : « **قد حملت الأولاد فما حملت** »[4] قال ابن سعد : قال الواقدى : وهذا مما لا يعرف عندنا ولا عند أهل العلم فلم تلد آمنة ولا عبد الله غير رسول الله - ﷺ - قال الواقدى وحدثنى يعنى ابن أخى الزهرى عن عمه قال قالت آمنة : « **لقد علقت به فما وجدت له مشقة حتى وضعته** » وهو عند غيره بلفظ : « ما

---

(١) المائدة ١٥ ، ١٦ (٢) الأعراف ١٥٧

(٣) أخرجه مسلم فى صحيحه ، كتاب الفتن ، حديث ١٩ ، وأبو داود فى سننه ، كتاب الفتن ، باب (١) ، وابن ماجه فى سننه ، كتاب الفتن (٣٩٥٢) ، وأحمد فى المسند (٢٧٨/٥ ، ٢٨٤) و(١٢٣/٤)

(٤) لم أجده

اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس کو بصریٰ پڑھا جائے ''باء'' کی زبر اور ''صاد'' ساکن کے ساتھ یعنی انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا فرمایا کہ پہلی صورت میں بصریٰ معروف شہر ہے جو دمشق کو جاتے ہوئے مشرق کی طرف حوران کے قریب واقع ہے۔ حوران حجاز کی طرف جاتے ہوئے ایک قصبہ ہے شام اور اس کے درمیان مرحلوں کا فاصلہ ہے۔

نکتہ

خاص طور پر یہاں پر بصریٰ کا ذکر کرنا حالانکہ دوسری روایت میں ہے:

أضاءَ مَا بين المشرق والمغرب

اور ایک روایت میں ''الارض'' آتا ہے

حالانکہ دونوں بصریٰ کے مقابلے میں زیادہ جامع ہیں اس میں خاص نکتہ ہے کہ بصریٰ حضور ﷺ بنفسِ نفیس تشریف لے گئے تھے اور اس سے آگے (جسد عنصری کے ساتھ) نہیں گئے۔

بعض نے کہا یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ملک شام آپ ﷺ کے نور نبوت سے مخصوص کیا گیا یہ آپ ﷺ کی سلطنت کا دارالحکومت ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ پہلی کتابوں میں ہے کہ

محمد اللہ کے رسول ہیں ان کی جائے پیدائش مکہ اور مقام ہجرت یثرب (مدینہ منورہ) ہے اور ان کی سلطنت شام میں ہوگی سو مکہ سے نبوت محمدی ﷺ کی ابتداء ہوئی اور شام تک پہنچی اسی لیے حضور ﷺ کو بیت المقدس تک معراج نصیب ہوئی۔

جیسا کہ اس سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت فرمائی بلکہ بعض سلف نے کہا کہ اللہ نے جو نبی بھی بھیجا ہے شام سے بھیجا ہے اور اگر شام سے نہیں بھیجا تو وہ ہجرت کر کے شام میں ضرور گیا ہے۔ آخری زمانے میں علم، ایمان شام میں ظہریں گے، لہذا نور نبوت دوسرے علاقوں کی نسبت زیادہ ظاہر ہے۔

نورِ محمدی ﷺ کے وقت ظہور میں اختلاف

ظہور نور کی روایات میں جو اختلاف ہے کہ آیا وہ حمل کے دوران تھا یا وقت پیدائش تھا۔

● شعرت به ، ولا وجدت له ثقلا كما تجد النساء »

قال السخاوى . والمعطان يمكن التأويل فيهما على أن ماسبق عن إسحاق بن عبد الله ، إن كان هو ابن طلحة فهو مرسل رجاله رجال الصحيح ، يمنع أن تكون آمنة أسقطت عن عبد الله « سقطا » فأشارت بذلك إليه ، وبه تجتمع الروايات إلى أينما كلام الواقدى ، وقد قال ابن الجوزى : أجمع علماء النقل على أن آمنة لم تحمل بغير النبى - ﷺ - مقولها : « لم أحمل » خرج مخرج على وجه المبالغة أو على أنه وقع اتفاق ، والجمع الذى قبل أنسب .

● دعوة إبراهيم :

قوله : أما دعوة إبراهيم عليه السلام فيشير بها إلى أنه لما شرع فى بناء الكعبة دعا الله تعالى أن يجعل ذلك البلد آمنا ويجعل أفئدة من الناس تهوى إليهم ويرزقهم من الثمرات فقال : ﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الكِتَابَ وَالحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ العَزِيزُ الحَكِيمُ ﴾[1] فاستجاب الله دعاءه فى هذا النبى - ﷺ - وجعله الرسول الذى سأله إبراهيم عليه السلام ودعا أن يبعث إلى أهل مكة .

والمعنى : أن الله تعالى لما قضى أن يجعل محمداً - ﷺ - خاتم النبيين ، وأثبت ذلك فى أم الكتاب أنجز هذا القضاء بأن قيض إبراهيم عليه السلام للدعاء الذى ذكره ليكون إرساله إياه بدعائه . كما يقول : نقله من صلبه إلى أصلاب أولاده .

● بشرى عيسى :

وأما بشرى عيسى عليه السلام فيشير بها إلى الله تعالى أمره به فبشر به عيسى - ﷺ - قومه فعرفه بنو إسرائيل قبل أن يخلق كما حكى تعالى عنه فى قوله ﴿ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ﴾[2].

● مولده كان ابتهاجا وفتحا لأهل مكة :

قال السخاوى : وقد كانت السنة التى حمل فيها به - ﷺ - فيما نقل سنة شديدة الجدب والضيق على قريش فاخضرت لهم الأرض ، وحملت الأشجار ،

---

(١) البقرة : ١٢٩

(٢) الصف : ٦

دونوں اوقات کے نور کے ظہور پذیر ہونے میں کوئی امر مانع نہیں اگرچہ پیدائش کے ظہور کی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

بہر حال یہ نور اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ آنے والا نور وہ ہے جس سے اہل زمین ہدایت پائیں گے اور اس کی امت کی سلطنت اور ملت کا دین، دنیا کے کونے کونے تک پہنچے گا۔ اور یہ لفظ جنوب وشمال کے مقابلہ میں زیادہ وسعت رکھتا ہے کہ اس سے شرک اور گمراہی کے اندھیرے زائل ہوں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف ایک نور (یعنی حضرت محمد ﷺ) آ گیا ہے اور ایک روشن کتاب O'' (المائدہ، ۵: ۱۵)

اور فرمایا کہ ''پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے۔ وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔'' (الاعراف: ۱۵۷)

صحیح مسلم وغیرہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا ''میرے لیے زمین کے مشرق اور مغرب کو سمیٹا گیا اور عنقریب میری امت کی سلطنت اس علاقے تک پہنچے گی جہاں تک میرے لیے زمین سمیٹی گئی۔''

کیا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے علاوہ بھی حاملہ ہوئیں

اور یہ جو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سے زیادہ ہلکے حمل سے میں حاملہ نہیں ہوئی اس سے یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے علاوہ بھی کوئی بچہ آپ کے حمل میں آیا ہے۔ خصوصاً ابن سعد کے ہاں اس سے زیادہ اسحاق بن عبداللہ کی روایت میں صراحت ملتی ہے کہ حضور ﷺ کی والدہ محترمہ نے فرمایا: ''میں کئی بچوں سے حاملہ ہوئی مگر اس سے زیادہ ہلکا حمل کوئی اور نہ ہوا۔''

ابن سعد کہتے ہیں کہ واقدی نے کہا کہ ہمارے اور دیگر اہل علم کے نزدیک یہ روایت معروف نہیں کیونکہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کوئی اور اولاد نہیں ہوئی۔ الواقدی نے کہا الزھری نے اپنے چچا کے حوالے سے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول مبارک مجھے بتایا کہ جب سے میرے حمل میں نبی ﷺ آئے تو مجھے جنم دینے کے وقت تک کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہوئی

وأخصب أهل مكة خصباً عظيماً بحيث سميت سنة « الفتح والابتهاج » ، وأتاهم الوفد من مكان بهذا الافراح وعبد المطلب وهو يومئذ صاحب أحكام قريش وسائر العرب يخرج كل يوم متوشحا يطوف بالبيت ويقول : يا معشر قريش إني أنظر إلى مثال شخص ممثلا بين عيني كأنه قطعة نور كامل لا أمَلّ رؤيته وتجحد قريش رؤيته كذلك إما حسداً أو عمى ، بل نقل عن ابن عباس أن كل دابة لقريش نطقت تلك الليلة ، وقالت : حمل محمد - ﷺ - ورب الكعبة ، وهو إمام الدنيا وسراج أهلها ، ولذا لم يبق كاهنة في قريش ، ولا قبيلة من قبائل العرب حجبت عن صاحبها ، وانتزع علم الكهنة منهم ، ولم يبق سرير ملك من ملوك الدنيا إلا أصبح منكوسا وأصبح كل ملك أخرس لا ينطق يومه ذلك ، ومرت وحوش المشارق إلى وحوش المغارب بالبشارات ، وكذا بشر أهل البحار بعضهم بعضا ونودي في كل من السماء والأرض : أن أبشروا فقد آن لأبي القاسم محمد - ﷺ - أن يخرج إلى الأرض ميمونا مباركاً .

قال : وبقي في بطن أمه تسعة أشهر لا تشكو وجعا ولا ريحا ولا ما يعرض للنساء وذوات الحمل .

● **وفاة أبيه عبد الله :**

قال الواقدي : وفي غضون هذا الحمل المكمل بعث جده عبد المطلب ابنه عبد الله إلى غزة[1] من بلاد الشام يمتار لهم طعاما مع تجار قريش ولما رجعوا مرض فتخلف لذلك بالمدينة النبوية عند أخوال أبيه بني عدي بن النجار شهراً ثم مات بالمدينة . وعند ابن وهب عن يونس عن ابن شهاب : أنه بعثه يمتار لهم طعاماً تمراً من يثرب فمات بها ودفن في دار النابغة[2]، وهذا القول هو الذي رجحه ابن إسحاق ورواه ابن سعد أيضا ، وجزم به الزبير بن بكار وغير واحد .

قال ابن الجوزي : الذي عليه معظم أهل السير وأطلق غيره عزوه للجمهور ،

---

(١) غزة مدينة في أقصى الشام من ناحية مصر ، وهي من مدن فلسطين ، وفيها مات هاشم بن عبد مناف جد رسول الله ﷺ - ، وبها قبره . وبها وُلد الإمام أبو عبد الله محمد بن إدريس الشافعي ، وانتقل طفلا إلى الحجاز فأقام وتعلم العلم هناك ولذلك يقول الشافعي :

إني لمشتاق إلى أرض غزة … وإن خانني بعد التفرق كتماني
سقى الله أرضا لو ظفرت بتربها … كحلت به من شدة الشوق أجفاني

(٢) أخرجه البيهقي في دلائل النبوة (١/٨٨)

اور مجھے وہ بوجھ محسوس نہیں ہوا جو عورتوں کو ہوا کرتا ہے۔

سخاویؒ نے کہا دونوں روایات میں تاویل ہو سکتی ہے کہ مذکورہ روایت جو اسحٰق ابن عبداللہ سے ہے اگر یہ ابن طلحہ ہے تو روایت مرسل ہے اور اس کے رجال، رجال صحیح ہیں تو یہ روایت اس امکان کا رد کرتی ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے کسی حمل کو ضائع کیا ہو اور یہ روایت اس بات کی طرف اشارہ ہے اور اسی سے تمام روایت متفق ہو جاتی ہیں اگر ہم الواقدی کا کلام قبول کر لیں۔

ابن الجوزی نے کہا علمائے نقل کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی بچے سے حاملہ نہیں ہوئیں تو ان کا یہ فرمان "لم احمل" کہ میں حاملہ نہیں ہوئی یہ اصل میں مبالغہ کے طور پر فرمایا اور روایات میں مذکورہ اتحاد زیادہ مناسب ہے۔

دعائے ابراہیم علیہ السلام

ابراہیم علیہ السلام کی دعا یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جب آپ نے تعمیر کعبہ شروع کی تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اس شہر کو امن والا بنا دے اور لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف مائل کر دے اور یہاں کے باشندوں کو پھلوں کا رزق دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائیں اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے (کر دانائے راز بنادے) اور ان (کے نفوس و قلوب) کو خوب پاک صاف کر دے، بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔" (البقرہ: ۱۲۹) سو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا اس نبی مکرم ﷺ کے حق میں قبول فرمائی اور آپ ﷺ کو وہی رسول بنایا جس کا سوال ابراہیم علیہ السلام نے کیا اور اہلِ مکہ کی طرف جس کو مبعوث کرنے کی دعا مانگی تھی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے طے کیا کہ محمد ﷺ کو آخری رسول بنا کر بھیجنا ہے اور یہ بات ام الکتب (لوح محفوظ) میں لکھ دی تو اس فیصلے کو یوں نافذ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو مذکورہ دعا کیلئے مقرر کر دیا تاکہ حضور ﷺ کی تشریف آوری ان کی دعا سے ہو۔ جیسا کہ فرمایا ان کے صلب سے ان کی اولاد کی پشتوں کی طرف آپ ﷺ منتقل ہوتے رہے۔

وقال بعضهم : مات بعد وضعه ، فقد أخرجه يحيى بن سعد الأموى فى المغازى من طريق عثمان بن عبد الرحمن الوقاصى أحد الضعفاء عن الزهرى عن سعيد بن المسيب : أن آمنة لما وضعته أمر عبد المطلب ابنه عبد الله أن يأخذه فيطوف به فى أحياء العرب فطاف به حتى استأجر « حليمة » على إرضاعه ، وذكر أنه أقام عندهم ست سنين حتى كان من شق صدره ما كان فرُدَّ به إلى أمه - ﷺ -[1] واختلفوا كم كان سنه حينئذ قالوا : كان ابن سنتين وأربعة أشهر حكاه ابن إسحاق ، وقيل : كان ابن سبعة أشهر حكاه ابن سعد . ويقال : إن عبد الله خرج وهو فى هذه السن إلى أخوال أبيه بالمدينة زائراً فتوفى بها .

ويقال : إن الملائكة قالت : إلهنا وسيدنا بقى نبيك يتيماً فقال الله - عز وجل - : أنا له ولىّ وحافظ ونصير . وقيل لجعفر الصادق : لم يتم النبى - ﷺ - من أبويه ؟ فقال : لئلا يكون عليه حق لمخلوق نقله عنه أبو حيان فى البحر .

● ما خلفه له أبوه :

قال السخاوى : وقد خلف أبوه جاريته أم أيمن بركة الحبشية وخمسة أجمال وقطعة غنم فورث ذلك رسول الله - ﷺ - فكانت أم أيمن - رضى الله عنها - تحضنه ، ثم إن الخئولة المشار إليها كون هاشم بن عبد مناف تزوج فى المدينة « سلمى ابنة عمرو » أحد بنى عدى بن النجار فولدت له عبد المطلب ، وقد ثبت فى الصحيح فى حديث الهجرة قوله - ﷺ - إنى أنزل على أخوال عبد المطلب أكرمهم بذلك .

وأما ما وقع فى رواية أخرى من قوله : « أنزل على إخواله أو أجداده »[2] ، فالشك فيه من رواية أبى إسحاق السبيعى ، وأيامًا كان فمجاز ، فالخئولة جهة الأمومة ، والنزول إنما كان على بنى مالك بن النجار لا على بنى عدى

● صفة مولده - ﷺ - :

وروى البيهقى فى الدلائل ، والطبرانى ، وأبو نعيم من طريق محمد بن أبى سويد الثقفى ، عن عثمان بن أبى العاص ، حدثتنى أمى فاطمة ابنة عبد الله الثقفية إحدى الصحابيات : أنها حضرت آمنة لما ضربها المخاض ليلا قالت : فجعلت أنظر إلى

---

(١) انظر : دلائل النبوة للبيهقى (٨٨/١)
(٢) أورده ابن كثير فى البداية والنهاية (١٩٦/٣)

بشارت عیسوی

رہ گئی عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت تو یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو نبی پاک ﷺ کی آمد کی خوشخبری سنائیں۔ سو بنی اسرائیل حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے ہی آپ ﷺ کو پہچانتے تھے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''میں خوشخبری سنانے آیا ہوں اس رسول معظم کی جو میرے بعد تشریف لا رہے ہیں جن کا نام نامی احمد ہے۔'' (سورہ الصف ۶۱:۶)

حضور ﷺ کا میلاد اہلِ مکہ کیلئے فتح اور خوشحالی کا سبب بنا

امام سخاویؒ نے کہا ہے کہ جس سال حضور نبی اکرم ﷺ کا حمل بطن مادر میں منتقل ہوا جیسا کہ منقول ہے قریش پر بڑا سخت اور قحط کا دور تھا اب ان کی زمین ہری بھری ہو گئی ان کے درخت پھلوں سے لد گئے

اور اہلِ مکہ بہت زیادہ خوشحال ہو گئے یہاں تک کہ اس سال کا نام ''الفتح و الابتہاج'' پڑ گیا۔ اور اس خوشحالی کا وفود نے آ کر ان کے پاس ذکر کیا اس وقت حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ قریش اور تمام عرب کے سردار تھے۔ ہر روز احرام باندھ کر بیت اللہ کا طواف کرتے اور فرماتے اے جماعت قریش میں اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک شخص کی تصویر دیکھتا ہوں جسے نور کامل کا ٹکڑا، جس کے دیدار کی مجھے کبھی امید ہی نہ تھی قریش ان کے اس نظارے کا انکار کرتے یا تو حسد کی وجہ سے یا بے بصیرتی کی وجہ سے۔ بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریش کے ہر چوپائے نے اس رات کو کہا ''رب کعبہ کی قسم محمد ﷺ کا حمل ٹھہر گیا۔ وہ امام دنیا ہیں اور دنیا والوں کے چراغ ہیں''

اس لیے قریش میں کوئی کاہنہ نہ رہی اور عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہ رہا جو اس بات میں حجت بازی کرتا۔ کاہنوں کا علم ان سے چھین لیا گیا اور دنیا کے ہر بادشاہ کا تخت اس صبح الٹ گیا اور اس دن کوئی دنیا کا بادشاہ گفتگو نہ کر سکا۔ پورا دن گونگا رہا اور مشرق کے وحشی مغرب

کے وحشیوں کو بشارتیں دیتے پھرتے تھے۔ اسی طرح سمندروں کی مخلوق ایک دوسرے کو بشارتیں دیتی۔ اور زمین و آسمان کے کونے کونے سے یہ آوازیں آئیں "خوشیاں مناؤ کہ ابوالقاسم محمد ﷺ زمین پر بصد برکت و سعادت تشریف لا رہے ہیں۔" آپ ﷺ اپنی ماں کے پیٹ میں دو مہینے رہے۔ ان کو کوئی تکلیف، کوئی ہوا اور حاملہ عورتوں کو جو عوارض پیش آتے ہیں پیش نہ آئے۔

آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات

واقدی نے کہا اسی مدت حمل کے دوران آپ ﷺ کے جد امجد عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو شام کے شہر غزہ کی طرف قریشی تاجروں کے ہمراہ غلہ خریدنے کیلئے بھیجا۔ واپسی پر آپ ﷺ کے والد محترم بیمار ہوئے اور مدینہ طیبہ میں اپنے والد کے ننھیال بنی عدی بن نجار کے ہاں ایک مہینہ قیام کے بعد وصال فرما گئے۔

ابن شہاب کی روایت میں ہے کہ مدینہ طیبہ میں آپ کو والد محترم نے کھجوریں خریدنے کیلئے بھیجا تھا وہیں آپ کی وفات ہوئی اور دارالنابغہ میں دفن ہوئے۔ اسی قول کو ابن اسحاق نے ترجیح دی ہے۔ ابن سعد نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔ زبیر بن بکار اور دیگر نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔ ابن الجوزیؒ نے کہا بڑے بڑے سیرت نگار یہی رائے رکھتے ہیں اور بعض نے اس کو جمہور کی طرف منسوب کیا۔ بعض نے کہا کہ یہ حضور علیہ السلام کی پیدائش کے بعد فوت ہوئے۔

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو جنم دیا تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس بچے کو لے کر قبائل عرب کے اندر پھریں یہاں تک کہ سیدہ حلیمہ سعدیہ کو دودھ پلانے کی خدمت پر مامور کیا۔ وہاں آپ ﷺ چھ سال تک رہے اور وہیں آپ ﷺ کے شق الصدر کا واقعہ رونما ہوا جس کے بعد آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ کی طرف لوٹا دیا گیا۔

اس میں اختلاف ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک کیا تھی۔ کچھ نے کہا کہ آپ ﷺ دو سال چار مہینے کے تھے یہ بات ابن اسحاق نے بیان کی۔ کچھ کہتے ہیں کہ دو سال سات مہینے کے تھے یہ روایت ابن سعد نے بیان کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سیدنا

عبداللہ ؓ اسی دوران مدینہ منورہ میں اپنے ننھیال کی ملاقات کیلئے گئے اور وہیں وفات پائی۔ کہا جاتا ہے کہ ملائکہ نے کہا اے ہمارے معبود اور ہمارے آقا تیرا نبی یتیم رہ گیا ہے تو اللہ نے فرمایا اس کا وارث اس کی حفاظت کرنے والا اور مددگار میں ہوں۔

امام جعفر صادق ؓ سے سوال کیا گیا کہ نبی پاک ﷺ کو ماں باپ کی طرف سے یتیم کیوں کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ کسی مخلوق کا آپ پر احسان نہ ہو۔ اس کو ابو حیان نے "البحر" میں ذکر کیا ہے۔

آپ ﷺ کے والد گرامی کا ترکہ

امام سخاویؒ نے کہا کہ آپ ﷺ کے والد نے اپنے پیچھے ایک لونڈی ام ایمن برکۃ حبشیہ، پانچ اونٹ اور بکریوں کا ایک ریوڑ ترکہ میں چھوڑا جو حضور ﷺ کو وراثت میں ملا سو ام ایمن حضور ﷺ کی خدمت کرتی رہیں۔

حضور ﷺ کی پیدائش کا بیان

امام بیہقی نے دلائل نبوۃ میں، طبرانی اور ابو نعیم نے حضرت عثمان بن ابی العاص سے یہ روایت بیان کی کہ "میری ماں فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ جو صحابیہ تھیں نے مجھ سے بیان کیا کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو جب رات کے وقت ولادت نبوی ﷺ کا وقت آیا تو میں دیکھ رہی تھی کہ آسمان سے ستارے نیچے کی طرف ڈھلک کر قریب ہو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ میں نے محسوس کیا کہ میرے اوپر گریں گے اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے جسم اطہر سے ایسا نور نکلا جس سے پورا گھر اور حویلی جگمگ کرنے لگے۔

ابن سعد حسان بن عطیہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب حضور ﷺ پیدا ہوئے تو دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھے اور آپ ﷺ کی نظر آسمان کی طرف تھی۔ یہ روایت اگرچہ مرسل ہے مگر قوی ہے۔

اسحاق بن أبو طلحہ کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو صاف ستھرا جنا، ایسے نہیں جنا جیسے بکری کے بچے کو جنا جاتا ہے جس پر میل والا اثر ہو اور آپ ﷺ زمین پر اپنے ہاتھ کے بل بیٹھے ہوئے تھے۔

النجوم تدلى وتدنو حتى قلت: لتقعن عليَّ فلما وضعت خرج منها نور أضاء له البيت والدار(١). قال ابن سعد أخبرنا الهيثم بن خارجه حدثنا يحيى بن حمزة عن الأوزاعي عن حسان بن عطية أن النبي ﷺ - لما ولد وقع على كفيه وركبتيه شاخصا بصره إلى السماء(٢). وهو مرسل قوى ومن مرسل إسحاق بن أبي طلحة أن آمنة قالت: وضعته نظيفا ما ولدته كما يولد السخل(٣). أى المولود الغيب إلى أمه ما به قذر وهو جالس على الأرض بيده. ولأبي الحسين بن بشران عن ابن السماك أنا أبو الحسن بن البراء قال: قالت آمنة: ولدته جاثيا على ركبتيه ينظر إلى السماء(٤) ثم قبض قبضة من الأرض وأهوى ساجداً. قالت: فكببت عليه إناء فوجدت قد انفلق الإناء وهو يمص إبهامه يشخب لبناً. قال السخاوى: وكانت آمنة لما وضعته - ﷺ - أرسلت إلى جده أنه قد ولد لك الليلة غلام فانظر إليه فلما جاء أخبرته خبره وحدثته بما رأت حين حملته فأخذه وقام يدعو الله ويشكره لما أعطاه ويقول:

الحمد لله الذى أعطانى ... هذا الغلام الطيب الأردان
قد ساد فى المهد على الغلمان ... أعيذه بالبيت ذى الأركان(٥)

● أبو لهب يفرح بمولد النبي - ﷺ - .

وذهبت ثويبة - جارية أبي لهب إلى عمه - ﷺ - فبشرته أنه ولد لأخيه عبد الله غلام فأعتقها فى الحال. قال القسطلانى: وهى ممن أرضعته - ﷺ - قال: وقد رؤى أبو لهب بعد موته فى النوم فقيل له: ما حالك؟ فقال: فى النار إلا أنه خفف عنى كل ليلة اثنين فأمص من بين أصبعي هاتين ماء، وأشار إلى رأس

(١) أخرجه البيهقى فى دلائل النبوة (١/١١١)، والطبرانى فى الأوسط، كما فى مجمع الزوائد (٨/٢٢٠)، وقال الهيثمى: فيه عبد العزيز بن عمران وهو متروك وأبو نعيم فى دلائل النبوة، حديث (٧٦)
(٢) أخرج نحوه أبو نعيم فى دلائل النبوة، حديث (٨٠) أورده ابن كثير فى البداية (٢/٢٦٤)
(٣) السخل: المولود الغيب إلى أبويه، والسخل فى الأصل ولد الغنم
(٤) انظر: البداية والنهاية (٢/٢٦٦)
(٥) أخرجه ابن سعد فى الطبقات الكبرى (١/١٠٣) وأورده ابن كثير فى البداية والنهاية (٢/٢٦٤، ٢٦٥)

وذكر باقى قول عبد المطلب:

حتى يكون بلغة الفتيان ... حتى أراه بالغ البنيان
أعيذه من كل ذى شنآن ... من حاسد مضطرب العنان

انظر: دلائل النبوة للبيهقى (١/١١٢) والبداية (٢/٢٦٥) وطبقات ابن سعد (١/١٠٣)

ابوالحسن بن براء رضی اللہ عنہا نے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو جنم دیا اور آپ ﷺ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر آپ نے زمین سے مٹھی بھر خاک اٹھائی اور سر بسجود ہو گئے۔
فرماتی ہیں کہ میں نے برتن آپ ﷺ کی طرف جھکایا تو دیکھا کہ آپ ﷺ برتن سے الگ ہیں اور اپنے انگوٹھے سے دودھ پی رہے ہیں۔ امام سخاوی نے کہا کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے جب حضور ﷺ کو جنم دیا تو آپ ﷺ کے دادا پاک کی طرف پیغام بھیجا کہ آج رات میرے ہاں بیٹا ہوا ہے آ کر دیکھ لیجئے۔ جب وہ تشریف لائے تو سیدہ نے سارے واقعات بیان کیے اور حمل کے دوران جو کچھ بھی دیکھا تھا وہ بھی بیان کیا تو آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو تھاما اور اللہ تعالیٰ سے اس نعمت کے ملنے پر شکر ادا کرنے لگے اور یہ رباعی پڑھی:

”اللہ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے یہ صاف ستھرا سردار بیٹا عطا کیا ہے۔ یہ گود میں ہی بچوں پر سردار بن گیا میں ستونوں والے بیت اللہ میں اس کو پناہ دیتا ہوں۔“

ابولہب کا حضور ﷺ کی پیدائش پر خوشی منانا

ابولہب کی لونڈی ثویبہ آپ ﷺ کے چچا ابولہب کے پاس گئی اور اسے اس کے بھائی عبد اللہ کے ہاں بیٹا پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی تو اس نے خوشی میں فوراً اسے آزاد کر دیا۔
امام قسطلانیؒ نے کہا کہ ثویبہ نے بھی حضور ﷺ کو دودھ پلایا ہے۔ مروی ہے کہ ابولہب کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا تو اس سے پوچھا گیا کہ تیرا کیا حال ہے؟ بولا آگ میں ہوں لیکن ہر پیر کی رات کو میرے عذاب میں کمی ہو جاتی ہے اور میں اپنی دو انگلیوں کے درمیان سے (ٹھنڈا میٹھا مشروب) پیتا ہوں۔

اور مجھے یہ رعایت اس وجہ سے ملی کہ ثویبہ نے جب مجھے نبی پاک ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو میں نے اسے آزاد کر دیا اور اس نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا۔
ابن الجوزیؒ نے کہا جب حضور ﷺ کی شب میلاد کو حضور ﷺ کی میلاد کی خوشی منانے پر اس کافر ابولہب کو یہ بدلہ ملا کہ جس کی مذمت قرآن میں نازل ہوئی ہے تو آپ ﷺ

أصابعه ، وإن ذلك بإعتاق لثويبة عندما بشرتني بولادة النبي - ﷺ - وبإرضاعها له[1].

قال ابن الجوزي : فإذا كان هذا أبو لهب الكافر الذي نزل القرآن بذمه جوزي في النار بفرحه ليلة مولد النبي - ﷺ - فما حال المسلم الموحد من أمته - عليه السلام - يُسر بمولده ويبذل ما تصل إليه قدرته في محبته - ﷺ - لعمري إنما يكون جزاؤه من الله الكريم أن يدخله بفضله العميم جنات النعيم .

● **أهل الكتاب يبشرون بمولد النبي - ﷺ - :**

وروى الحاكم في صحيحه عن عائشة قالت : كان بمكة يهودي سكنها يتجر بها ، فلما كانت الليلة التي ولد فيها رسول الله - ﷺ - قال : يامعشر قريش هل ولد فيكم الليلة مولود ؟ قالوا : لا نعلمه . قال : انظروا فإنه ولد في هذه الليلة نبي هذه الأمة الأخيرة بين كتفيه علامة فيها شعرات متواترات كأنهن عُرف فرس ، بعضم الجن وقد تضم رأوه أي شعر عنقه ، لا يرضع ليلتين وذلك أن عفريتا من الجن وضع يده على فمه ، فانصرفوا ، فسألوا فقيل لهم . قد ولد لعبد الله بن عبد المطلب غلام فخرجوا باليهودي حتى أدخلوه إلى أمه ، فقالوا لها : أخرجي إلينا ابنك فأخرجته وكشفوا عن ظهره فرأى تلك الشامة فوقع اليهودي مغشيا عليه ، فلما أفاق ، قيل له : ويلك مالك ؟ قال : ذهبت والله النبوة من بني إسرائيل ، يامعشر قريش ، أما والله ليسطون بكم سطوة يخرج خبرها بين المشرق والمغرب[2]. قال السخاوي . وهو دليل على أنه - ﷺ - ولد بخاتم النبوة بين كتفيه وهو من العلامات التي كان يعرفه بها أهل الكتاب ، ويسألون عنها ويطلبون الوقوف عليها حتى أنه روى أن هرقل بعث إلى النبي - ﷺ - من ينظر له خاتم النبوة ثم يخبره عنه[3]. ولكن سيأتي أن الملكين اللذين شقا صدره وملآه حكمة هما اللذان ختماه بخاتم النبوة ، وهو أصح مما قبله .

قلت : الجمع بينهما ممكن . قال : وأما ما روى : من رفعه بعد موته من بين

---

(١) أخرجه ابن أبي الدنيا في المنامات ، حديث (٢٦٣) وقال المحقق إسناده حسن ، وأورده العراقي في الإحياء (٤٩١/٤)

(٢) أخرجه الحاكم في المستدرك (٦٠١/٢ ، ٦٠٢) وقال : صحيح الإسناد ولم يخرجاه ، وذكره ابن كثير (٢٦٨/٢) في البداية والنهاية

(٣) أخرجه أبو نعيم في دلائل النبوة ، حديث (٥٣)

کے مسلمان امتی کو خوشی منانے پر کس قدر اجر و ثواب ملے گا جو آپ ﷺ کے میلاد کی خوشیاں مناتا ہے اور حسب توفیق آپ ﷺ کی محبت میں مال خرچ کرتا ہے مجھے اپنی عمر کی قسم! اللہ کریم کی طرف سے اس کی جزا یہ ہوگی کہ اللہ کریم اپنے فضل عمیم اپنی نعمتوں بھری جنتوں میں داخل کرے گا۔

اہل کتاب حضور ﷺ کی میلاد کی خوشخبری مناتے ہیں

حاکم نے اپنی صحیح کے اندر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی ہے کہ مکہ میں ایک یہودی تاجر تھا جب حضور ﷺ کی میلاد کی رات آئی تو اس نے کہا اے جماعت قریش! آج رات تمہارے اندر کوئی بچہ پیدا ہوا؟ بولے ہمیں کوئی پتا نہیں۔ کہنے لگا دیکھو! اس رات کو اس آخری امت کا نبی پیدا ہوا ہے جس کے دونوں کندھوں کے درمیان نشانی کے طور پر بالوں کا مجموعہ ہے جیسے گھوڑے کی گردن کے بال۔ وہ دو راتیں دودھ نہیں پیے گا وجہ یہ ہے کہ ایک سرکش جن نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا ہوا ہے۔ لوگ دائیں بائیں پھیل گئے اور پوچھ گچھ کرنے لگے پتا چلا کہ آج عبد اللہ بن عبد المطلب ؓ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے وہ یہودی کو لے کر آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ بچہ باہر لاکر ہمیں دکھائیں وہ باہر لائیں لوگوں نے آپ ﷺ کی پیٹھ مبارک سے کپڑا ہٹا کر مہر نبوت کا ابھرا ہوا ٹکڑا دیکھا۔ یہودی بے ہوش ہو کر گر پڑا جب ہوش میں آیا تو اس سے کہا گیا تیرا برا ہو کیا ہوا؟ کہنے لگا بخدا نبوت بنی اسرائیل سے گئی! اے جماعت قریش! بخدا اب تمہاری شان و شوکت اتنی بڑھ جائے گی کہ اس کی خبر مشرق و مغرب تک پہنچے گی۔

امام سخاوی نے کہا کہ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان ختم نبوت کی مہر تھی اور یہی وہ نشانی ہے جس سے اہل کتاب آپ ﷺ کو پہچانتے تھے اسی نشانی کا سوال کرتے اور اسی کی واقفیت طلب کرتے، یہاں تک روایات میں آتا ہے کہ ہرقل (رومی بادشاہ) نے حضور ﷺ کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ آپ ﷺ کی مہر نبوت دیکھ کر اسے بتائے۔

لیکن عنقریب یہ روایت آئے گی کہ دو فرشتے جنہوں نے حضور ﷺ کا سینہ مبارک چاک

كتبه بسنده ضعيف ، وللخطيب من حديث محمد عن عبد الله بن عمرو بن عثمان عن أمه فاطمة ابنة الحسين بن علي عن أبيها ، قال : لما كانت الليلة التي ولد فيها النبي - ﷺ - قال حبر كان بمكة : يولد الليلة في بلدكم هذا النبي الذي وصف بأنه يعصمه موسى وهارون ويقتل أمتهما ، فإن أحفاكم مشروا به أهل الطائف أو أهل أبيه قال : فولد تلك الليلة فخرج الحبر حتى دخل الحجر ثم قال : أشهد أن لا إله إلا الله ، وأن موسى حق وأن محمدا حق . قال : ثم فقد الحبر فلم يقدر عليه

وأخرج أبو نعيم في الدلائل من طريق شعيب عن أبيه عن جده قال : كان بمر الظهران راهب يدعى « عيصا » فذكر حديثا وفيه أنه أعلم عبد الله بن عبد المطلب ليلة ولد له النبي - ﷺ - بأنه نبي هذه الأمة ، وذكر له أشياء من صفته[1]

● ارتجاس إيوان كسرى يوم مولد النبي - ﷺ - .

قال السخاوي : والعلامات التي ظهرت عند مولده وبعده جمّة فضلا عما وقع في الإسلام من حين امتحنت وهلم جرا مما هو مشهور بين الأمة وقد اعتنى بجمعها جماعة كأبي نعيم والسُّهَيلي ، وما وقع من ذلك قبل المبعث بل قبل المولد ، والحاكم في الإكليل وأبو سعيد النيسابوري في شرف المصطفى وأبو نعيم والبيهقي في دلائل النبوة وصاحب الشفا وقد أخرج ابن السكن وغيره في معرفة الصحابة من حديث مخزوم بن هانيء عن أبيه وكان قد أتت عليه مائة وخمسون سنة : أنه ارتجس إيوان كسرى[2] ، أي اضطرب وتحرك حركة سمع لها صوت مهول بحيث انصدع وانشق من أعلاه ، قال شيخ مشايخنا ابن الجزري : وهذا الشق إلى الآن باق أخبرنا بذلك جماعة ممن رآه بالمدائن وأنه سقط من أعلا الإيوان أربع عشرة شرفة ، وهي واحدة الشرف التي تكون على حيطان السور وغيرها ليحسن منظرها .

● وأخمدت نار فارس وغار ماء بحيرة ساوة يوم مولده - ﷺ - .

وخمدت نار فارس التي كانوا يعبدونها ولم تخمد قبل ذلك بألفي عام يعبدونها

---

(١) ذكره نحوه الهيثمي في المجمع (٨/٢٣١)
(٢) أخرجه البيهقي في دلائل النبوة ، حديث (١٠٠) وأورده ابن كثير في البداية والنهاية (٢/٢٧٢)
(٣) أخرجه أبو نعيم في دلائل النبوة ، حديث (٨٢) ، والبيهقي في الدلائل (١/١٢٦) ، وابن كثير (٢/٢٦٨) في البداية والنهاية

کیا اور اس میں حکمت بھری انہوں نے ہی ختم نبوت کی مہر لگائی۔

خطیب بغدادی نے سیدہ فاطمہ بنت حسین بن علی ﷺ نے اپنے والد امام حسین بن علی سے بیان کردہ روایت ذکر کی ہے کہ حضور ﷺ کے میلاد کی رات مکہ میں ایک بڑے یہودی عالم (حبر) نے کہا آج رات تمہارے اس شہر کے اندر وہ نبی پیدا ہوں گے جو موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کی تعظیم کریں گے اور ان دونوں کی امت سے لڑائی کریں گے۔ اگر ایسا نہ ہو تو خوشخبری سناؤ طائف والوں کو اَیلَۃ والوں کو۔ فرمایا کہ اسی رات کو حضور ﷺ کی ولادت ہوئی وہ بڑا عالم گھر سے نکل کر مقام ابراہیم جا پہنچا اور بولا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور موسیٰ علیہ السلام حق ہیں اور محمد ﷺ حق ہیں۔

فرمایا کہ پھر وہ عالم غائب ہو گیا اور کسی کے قابو میں نہ آیا۔

ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں شعیب سے انہوں نے اپنے والد انہوں نے اپنے والد سے یہ روایت بیان کی کہ مر الظہر ان میں عیص نامی ایک راہب تھا پوری حدیث میں یہ حصہ بھی مذکور ہے کہ اس نے عبداللہ بن عبدالمطلب کو حضور ﷺ کی ولادت کی رات بتایا کہ آپ ﷺ کا مولود اس امت کا نبی ہے اور آپ کی بہت ساری صفات بیان کی ہیں۔

میلاد النبی ﷺ کے دن ایوان کسریٰ میں زلزلہ

امام سخاوی نے کہا اور وہ علامتیں جو حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت اور بعد میں ظاہر ہوئیں ان کے علاوہ جو ظہور اسلام کے بعد وقوع پذیر ہوئیں جو کہ امت میں مشہور ہیں اور علماء کی ایک جماعت نے ان کو جمع کرنے کا اہتمام کیا جیسے ابو نعیم اور امام سہیلی اور وہ علامتیں جو بعثت بلکہ ولادت سے بھی پہلے ظہور پذیر ہوئیں جن کو حاکم نے الاکلیل میں اور ابو سعید نیشاپوری نے شرف المصطفیٰ میں، ابو نعیم اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں، قاضی عیاض نے الشفاء میں، ابن سکن وغیرہ نے معرفۃ الصحابہ میں، مخزوم بن ھانی عن ابیہ سے ذکر کیا۔ ان کی عمر ۱۵۰ سال تھی۔ ایوان قصریٰ میں زلزلہ آیا جس کی ہیبت ناک آواز سنائی دیتی تھی اور اس محل کا اوپر والا حصہ پھٹ گیا اور چر گیا۔ ہمارے مشائخ کے شیخ ابن الجزیری نے کہا کہ وہ دراڑیں اب تک باقی ہیں اور ہمیں یہ ساری تفصیل ان لوگوں نے بتائی جنہوں نے

التي كانت توقد وتضرم ليلاً ونهاراً فلم يستطع أحد تلك الليلة إضرامها عجزاً لا اختياراً وغاصت بحيرة ساوة المظهر أهلها للشرك، والعداوة[1]. وكانت بحيرة كبيرة أكبر من فرسخ بمملكة عراق العجم بين همدان وقُم[2] تركب فيها السفن ويسافر بها إلى ما حولها من البلاد والمدن مثل فرغانة[3]، فأصبحت من ليلة مولده - ﷺ - ناشفة يابسة الأرض كأن لم يكن بها شيء من الماء في الطول والعرض بل غار ماؤها وذهب حتى بني موضعها مدينة تسمى « ساوة » باقية إلى اليوم حصينة ورأى الموبذان وهو قاضيهم الأعلى بتلك الجهات والبلدان إبلا صعابا تقود خيلا عرابا قد قطعت دجلة، وانتشرت في بلادها ووهادها[4].

● **رمي الشياطين بالشهب الثواقب :**

ووقع من تلك الليلة رمي الشياطين بالشهب الثواقب[5]، وكانت قبل ذلك تسترق السمع من كل جانب، وحجب إبليس عن السماء كما يروى، ولعله كان يقعد فيسترق السمع وأشير إليه بالإيماء، وذكر بقي بن مخلد صاحب المسند في تفسيره، ومما رويناه عن مجاهد : أنه رنّ أي نخر أربع رنات : حين لعن، وحين أهبط، وحين ولد النبي - ﷺ -، وفي لفظ : حين بعث وحين أنزلت فاتحة الكتاب[6].

● **هل ولد النبي بخاتم النبوة أو ختم بعد الولادة ؟ :**

واختلف في كونه - ﷺ - وُلد وهو خاتم النبوة كما تقدم في حديث عائشة

(1) أخرجه أبو نعيم في دلائل النبوة، حديث (٨٢)، والبيهقي في الدلائل (١/١٢٦، ١٢٧) وابن كثير في البداية (٢/٢٦٨).
(2) قُم . هي كلمة فارسية وهي مدينة إسلامية، بها آبار ليس في الأرض مثلها عذوبة وبرداً، وأرضها خصبة، ليها فواكه وأشجار جمة. أغلب أهلها شيعة امامية. وبين قم وساوة اثنا عشر فرسخا، وقال الصاحب بن العباد

أيها القاضي بقُم قد عزلناك فقم

(3) فرغانة مدينة واسعة، كثيرة الخير، وهي من مدن ما وراء النهر المتاخمة بالأعناب والجوز والتفاح وسائر الفواكه
(4) الوهاد الأراضي المنخفضة، وانظر المواضع السابقة
(5) الثاقب : المضيء.
(6) ذكره ابن كثير في البداية (٢/٢٦٦، ٢٦٧)

اپنی آنکھوں مدائن شہر کو دیکھا اور یہ کہ قصریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے جو اس کی دیواروں پر خوبصورتی کیلئے تعمیر ہوئے تھے۔

میلاد النبی ﷺ کے دن فارس کا آتش کدہ بجھ گیا اور بحریہ ساوہ کا پانی خشک ہو گیا

ایران کے آتش کدہ کی آگ بجھ گئی جس کی وہ پوجا کرتے تھے جو دو ہزار سال پہلے سے جل رہی تھی بلکہ اس کو رات دن جلایا اور بھڑکایا جاتا تھا اس رات اس کو بھڑکانے سے سبھی عاجز آ گئے اور کسی کا بس نہ چلا۔ بحیرہ ساوہ جہاں مشرکین شرک کرتے تھے اور دشمنیاں پھیلاتے تھے اور یہ بہت بڑا بحیرہ تھا جس کی وسعت ایک فرلانگ سے بھی زیادہ تھی اور یہ ملک عراق عجم ہمدان اور قم کے درمیان واقع تھا اس میں جہاز چلتے تھے اور آس پاس علاقوں میں مثلاً فرغانہ وغیرہ کا سفر کرتے تھے۔ حضور ﷺ کے میلاد کی رات یہ خشک ہو گیا اور یہ زمین اپنے طول و عرض میں اس طرح خشک ہو گئی گویا یہاں پانی تھا ہی نہیں یہاں تک کہ اس کی جگہ مناوۃ نامی قلعہ بند شہر تعمیر ہوا جو آج تک موجود ہے اور موبذان جو اس علاقے اور ان شہروں کا سب سے بڑا قاضی تھا نے خواب دیکھا کہ سخت جسم اونٹ عربی گھوڑوں کو ہانک رہے ہیں۔ دجلہ کے کنارے ٹوٹ گئے ہیں اور اس کا پانی شہروں اور نشیبی علاقوں میں پھیل چکا ہے۔

شیطانوں کو شہاب ثاقب سے مارنا

اس رات یہ واقعہ بھی ہوا کہ شیاطین پر شہاب ثاقب کی بارش کر دی گئی اس سے پہلے ہر طرف سے آسمانوں کے قریب جا کر فرشتوں کی باتیں چوری کرتے تھے۔ ابلیس کو آسمان پر جانے سے روک دیا گیا جیسا کہ روایت میں ہے۔ ”شاید وہ وہاں جا کر بیٹھ جاتا تھا اور فرشتوں کی چوری باتیں سنتا تھا“ یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔ بقی بن مخلد صاحب مسند نے بھی اپنی تفسیر میں یہ واقعہ لکھا ہے۔ مجاہد سے روایت ہے کہ شیطان چار بار رویا۔ ۱۔ جب اس کو لعنت کی گئی ۲۔ جب اس کو جنت سے باہر نکالا گیا۔ ۳۔ جب حضور ﷺ کی ولادت با سعادت ہوئی۔ ۴۔ جب سورۃ فاتحہ نازل ہوئی۔

أو حين وضعه أو حين ختمه أحد الملكين [وشقا][1] صدره عند مرضعته ، وممن حكى الأول ابن سيد الناس ، والثاني مغلطاي عن يحيى بن عابد بصيغة التمريض ، والثالث أثبت نص حديث عائشة عند الطيالسي والحارث في مسنديهما وأبي نعيم في الدلائل قوله - ﷺ - وختم يعني جبريل في ظهري حتى وجدت مس الخاتم في قلبي[2]. ومثله في حديث أبي ذر عند أحمد والبيهقي في الدلائل . قلت : الجمع ممكن بظهور الزيادة في كل مرتبة وإعادة .

● ختن النبي - ﷺ - :

وكذا اختلف أولد وهو مختون أو ختن بعد ذلك ؟ فروى الطبراني ، وأبو نعيم ، وغيرهما من طريق الحسن عن أنس أنه - ﷺ - قال : « **من كرامتي على الله أني ولدت مختونا ولم ير أحد سوءتي** »[3]وعند ابن سعد من حديث عطاء الخراساني ، عن عكرمة ، عن ابن عباس ، عن أبيه أنه - ﷺ - : ولد مختونا مسرورا[4]، أي مقطوع السرة ، ففرح به جده وقال : ليكونن لابني هذا شأن[5]. قال أبو جعفر الطبراني في تاريخه ولد - ﷺ - معذورًا أي مختونا وقال الحكيم أبو عبد الله الترمذي : إنه ولد مختونا . وروى ابن عبد البر في التمهيد : أن جده ختنه يوم السابع وعمل له مأدبة[6]. قلت . لعله لما [عمل][7] المأدبة وقت الختان ظن أنه ختن في ذلك الزمان . فمعنى قوله : ختنه أظهر الختان . فإنه على الشأن جلي البرهان ، إذ في رواية لابن عبد البر : أنه كان يوم السابع ذبح كبشا ، ودعا إلى طعامه قريشا ، فلما أكلوا قالوا له : يا عبد المطلب أرأيت ابنك هذا الذي أكرمتنا على وضعه ما

(١) سقطت من الأصل .

(٢) أخرجه أحمد في المسند (٤/١٨٤) وأبو نعيم في دلائل النبوة (ص/١٦١) ، وابن كثير (٢/٢٧٦) في البداية والنهاية

(٣) أخرجه أبو نعيم في دلائل النبوة ، حديث (٩١) ، والطبراني في الأوسط كما في مجمع الزوائد (٨/٢٢٤) ، وفي المعجم الصغير (٢/٥٩) وقال لم يروه عن يونس الإهشيم . تفرد به سفيان بن محمد الفزاري ، وقال الهيثمي وهو متهم ، وقال الحاكم في المستدرك (٢/٦٠٢) تواترت الأحاديث أنه عليه السلام وُلد مختونا اهـ وأورده ابن كثير في البداية والنهاية (٢/٢٦٥)

(٤) أخرجه ابن سعد كما في كنز العمال ، حديث (٣٥٥١٩)

(٥) أخرجه ابن عدي في الكامل (٢/١٥٥)

(٦) ذكره ابن كثير (٢/٢٦٥) في البداية والنهاية

(٧) في الأصل علم ، والصواب ما أثبتناه والله أعلم .

کیا حضور ﷺ مہر نبوت کے ساتھ پیدا ہوئے یا پیدائش کے بعد آپ ﷺ کو مہر نبوت ملی؟

اس بات میں اختلاف ہے کہ حضور ﷺ مہر نبوت کے ساتھ پیدا ہوئے جیسے حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے۔ یا پیدائش کے وقت عطاء کی گئی۔ ابو داؤد طیالسی اور الحارث نے اپنی اپنی مسند میں اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں حضور ﷺ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے میرے پشت پر مہر نبوت لگائی اور میں نے جسکا اثر اپنے دل میں محسوس کیا اور ایسی روایت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، امام احمد اور بیہقی نے دلائل میں نقل کی ہے۔ میں کہتا ہوں دونوں میں مرتبہ اور افادیت کے زیادتی کے اعتبار سے موافقت ممکن ہے۔

نبی پاک ﷺ کا ختنہ

یونہی اختلاف کیا گیا ہے کہ آیا آپ ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے یا بعد میں آپکا ختنہ ہوا۔ طبرانی، ابو نعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میری ایک عزت یہ ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا ہوا اور کسی نے میری شرمگاہ کو نہ دیکھا۔

ابن سعد نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی "آپ ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے" جس پر آپ ﷺ کے دادا بہت خوش ہوئے اور فرمایا میرے اس بیٹے کی ایک شان ہوگی۔

ابو جعفر طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ مختون پیدا ہوئے۔ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضور نبی اکرم ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے ابن عبدالبر نے "التمہید" میں یہ روایت بیان کی آپ ﷺ کے دادا نے ساتویں دن آپ ﷺ کے ختنے کیے اور ایک دعوت کا اہتمام کیا۔

میں کہتا ہوں کہ شاید ختنے کے موقع پر جو انہوں نے کھانے کی دعوت کا اہتمام کیا تو اس سے یہ گمان پیدا ہوا کہ اسی وقت ختنے کیئے گئے یعنی ختنہ کا اظہار کیا گیا اور اس شان کی دلیل

سميته ؟ فقال محمداً فقالوا لم رغبت به عن أسماء أهل بيته ؟ قال أردت أن يحمده الله - عز وجل - في السماء وخلقه في الأرض[1].

هذا وقد أغرب من قال . ختنه جبريل[2] وقال العراقي . لا يثبت في هذا كله شيء ، وتوقف الإمام أحمد في كون جده ختنه ، وكذا توقف في مقابله ، فقال المزي : إنه سئل هل ولد النبي - ﷺ - مختوناً ؟ فقال الله أعلم ، ثم قال : لا أدري . قال أبو بكر عبد العزيز بن جعفر من أئمة الحنابلة قد روى أنه - ﷺ - وُلد مختوناً مسروراً[3]. ولم يجترىء أبو عبد الله يعني الإمام أحمد بن حنبل على تصحيح هذا الحديث ، وقال بعض الأئمة : أن ختان جده له على ما في المروى به أشبه ، لكن قال الحاكم : إن الأول قد تواترت به الرواية ، قال السخاوي وهو الذي أميل إليه سيما مع قول أمه : ولدته نظيفاً

● تسميته - ﷺ - :

قال بعض الأئمة : ألهم الله - عز وجل - أهله - ﷺ - أن يسموه محمدًا لما فيه من الصفات المحمودة ليطابق الاسم المسمى وقد قيل : الأسماء تنزل من السماء وما أحسن قول حسان :

فضم الإله اسم النبي إلى اسمه إذ قال في الخمس المؤذن أشهد
وشق لـه مـن اسمه ليجلـه فذو العرش محمود وهذا محمد

قال السخاوي . وتسمية جده له بذلك كان بتوفيق من الله تعالى إما ابتداء أو بمنام رآه ، فقد قال أبو الربيع بن سالم الكلاعي : زعموا أنه تراءى في نومه كأن سلسلة من فضة خرجت من ظهره ، لها طرف في السماء ، وطرف في الأرض ، وطرف في المشرق ، وطرف في المغرب ، ثم عادت كأنها شجرة على كل ورقة منها نور ، وإذا أهل المشرق والمغرب يتعلقون بها ، فقصها فعُبِّرت له بمولود يكون من صلبه يتبعه أهل المشرق والمغرب ، ويحمده أهل السماء والأرض فلذلك سماه به ، مع ما حدثته به آمنة من أمره بتسميته بذلك ، فمحمد وأحمد اسمان له - ﷺ -

(١) أورده ابن كثير (٢/٢٦٥ ، ٢٦٦) .
(٢) أخرجه أبو نعيم في الدلائل (٩٣) بلفظ : أن جبريل ختن النبي - ﷺ - حين طهر قلبه وكذا أخرجه الطبراني في الأوسط كما في مجمع الزوائد (٨/٢٢٤) وفيه عبد الرحمن بن عيينة وسلمة بن محارب ولم أعرفهما ، وبقية رجاله ثقات
(٣) سبق تخريجه .

واضح ہے۔ کیونکہ ابن عبدالبر کی روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ ﷺ کے دادا نے پیدائش کے ساتویں دن ایک مینڈھا ذبح کیا اور قریش کو کھانے کی دعوت دی۔ کھانے کے بعد قریش نے عبدالمطلب سے کہا کہ ہمیں بتائیں کے جس بچے کی پیدائش پر ہمیں یہ عزت بخشی اس کا نام کیا ہے فرمایا "محمد" ﷺ۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے اپنے گھر والوں کے ناموں سے منہ کیوں موڑا انہوں نے کہا کہ میرا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کی تعریف آسمانوں میں کرے اور اس کی مخلوق زمین میں اس کی تعریف کرے۔

اس آدمی کی بات انتہائی غریب ہے جس نے کہا کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے ختنے کیے۔ عراقی نے کہا کہ اس سلسلہ میں کوئی روایت ثابت نہیں۔ امام احمد نے دادا کی طرف ختنے کرنے کی بات میں توقف کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں دوسری باتوں میں بھی خاموشی اختیار کی۔

مری نے کہا کہ امام احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا کیا نبی پاک ﷺ مختون پیدا ہوئے تو انہوں نے فرمایا اللہ بہتر جانتا ہے، پھر فرمایا مجھے کچھ معلوم نہیں۔ امام ابوبکر عبدالعزیز بن جعفر حنبلیؒ نے فرمایا کہ روایت میں آتا ہے کہ حضور ﷺ مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔

امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو صحیح قرار دینے کی جرات نہیں کی۔ بعض آئمہ نے کہا کہ آپ ﷺ کے دادا نے آپ ﷺ کے ختنے کروائے یہ قول زیادہ صحیح ہے۔

لیکن حاکم نے کہا کہ پہلی بات (یعنی ختنہ شدہ پیدا ہوئے) متواتر روایات سے ثابت ہے۔

امام سخاوی نے کہا "میں بھی اس قول کی طرف رجحان رکھتا ہوں بالکل آپ ﷺ کی والدہ کے اس فرمان کے پیش نظر کہ میں نے اپنے فرزند کو صاف ستھرا جنا"

آپ ﷺ کا نام رکھنا

بعض آئمہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے گھر والوں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ آپکا نام "محمد" رکھیں کیونکہ آپ ﷺ کے اندر قابلِ تعریف صفات موجود تھیں تاکہ اسم با مسمیٰ ہو جائے۔

كما نطق به القرآن في قوله : ﴿ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ﴾[1] وفي قوله ﴿ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ﴾[2] وأخرج الحاكم في صحيحه : أن آدم عليه السلام رأى اسم محمد - ﷺ - مكتوبا على العرش ، وأن الله عز وجل قال لآدم لولا محمد ما خلقتك[3] وأما حديث لولاك ما خلقت الأفلاك . فمعناه صحيح ، وإن قال الصنعاني : إنه موضوع

قال القاضي عياض : فأما « أحمد » فأفعل تفضيل مبالغة من كثر أحمد منه ، « ومحمد » مُفَعَّل مبالغة ، من كثر الحمد فيه ، فهو أجل من حمد ، وأكثر الناس حمدًا في الدنيا والآخرة فهو أحمد المحمودين وأحمد الحامدين ، ومعه لواء الحمد في المحشر يوم القيامة ليتم له كمال الحمد[4] ، ويشتهر في العرصات بصفة الحمد ، ويبعث المقام المحمود ، ويحمده فيه الأولون والآخرون[5] ، ويفتح عليه فيه من المحامد كما ثبت في الصحيحين : مالم يعط غيره ، وسميت أمته في كتب الأنبياء بالحامدين[6] ، فحقيق أنه يسمى - ﷺ - « محمداً » و « أحمد » ، وفي هذين الأسمين من عجائب خصائصه وبدائع آياته فن آخر وهو أن الله - عز وجل - حمى أن يسمى بهما أحداً قبل زمانه ، أما أحمد الذي ذكر في الكتب ، وبشرت به الأنبياء فمنع الله بحكمته أن يُسَمَّى به أحدٌ غيره ، ولا يدعى به مدعوٌ قبله حتى لا يدخل اللبس ولا شك على ضعيف القلب ، وكذلك محمداً أيضا لم يسم به أحد من العرب ولا غيرهم إلى أن شاع قبيل وجوده وميلاده أن نبيا يبعث اسمه « محمد » فسمى قوم قليل من العرب أبناءهم بذلك رجاء أن يكون أحدهم بذلك هو : ﴿ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ﴾[7] ، ثم حمى الله تعالى كل من يسمى به أن يدعي النبوة أو يدعيها

---

(١) الفتح : ٢٩ . (٢) الصف : ٦

(٣) أخرجه الحاكم في المستدرك (٦١٥/٢) وقال : صحيح الإسناد وهو أول حديث ذكرته لعبد الرحمن ابن زيد بن أسلم في هذا الكتاب . قال الذهبي : موضوع . وعبد الرحمن واه

(٤) لما رواه الإمام أحمد في المسند (٢٨١/١ ، ٢٩٥) بلفظ : « وأنا سيد ولد آدم يوم القيامة ولا فخر ، وأنا أول من تنشق عنه الأرض ولا فخر ، وبيدي لواء الحمد ولا فخر آدم فمن دونه تحت لوائي ولا فخر » وكذا رواه الترمذي في كتاب المناقب ، باب (١)

(٥) كما رواه الترمذي وأبو داود وابن ماجه وأحمد (٣٥٤/٣) قال رسول الله - ﷺ - : « من قال حين يسمع النداء : اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلاة القائمة آت محمد الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمودا الذي أنت وعدته إلا حلت له الشفاعة يوم القيامة

(٦) كما رواه الدارمي في سننه عن كعب الأحبار : أمته الحمادون يحمدون الله في كل سراء وضراء . السنن (٦/١) . (٧) الأنعام : ١٢٤ .

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ قول کتنا خوبصورت ہے:

''سو اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کا نام اپنے نام سے ملا دیا جب پانچ وقت مؤذن اشہد کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا نام اپنے نام سے مشتق کیا تا کہ اس سے آپکو عزت بخشی جائے سو عرش کا مالک محمود ہے اور یہ محمد ہیں''

امام سخاوی نے کہا آپ ﷺ کے دادا نے اللہ کی توفیق سے آپ ﷺ کا نام ابتداء ہی میں رکھ دیا ہے۔ یا یہ ہے کہ آپ نے خواب میں اشارہ پا کر یہ نام رکھا ہے۔

ابو ربیع بن سالم الکلاعی نے کہا لوگوں کا خیال ہے کہ آپ ﷺ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کو خواب میں یہ مشاہدہ کرایا گیا کہ چاندی کی ایک زنجیر انکی پشت سے نکلی ہے جس کا ایک سرا آسمان اور دوسرا زمین میں ہے ایک سرا مشرق اور ایک مغرب کی طرف ہے۔ پھر وہ ایک درخت کی صورت میں بدل گئی جس کا ہر ہر پتہ نور کا ہے اور مشرق ومغرب کے لوگ اس کے ساتھ لٹک رہے ہیں۔

ان کے اس خواب کی یہ تعبیر بتائی گئی کہ انکی پشت سے ایک بچہ پیدا ہوگا جس کی مشرق و مغرب والے پیروی کریں گے زمین وآسمان والے اس کی تعریف کریں گے اس لئے آپکا یہ نام رکھا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے جو کچھ بیان کیا نام رکھنے کے سلسلہ میں اسکو بھی پیش نظر رکھا گیا۔ پس محمد اور احمد آپکے دو نام ہیں

جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ہے کہ ''محمد اللہ کے رسول ہیں۔'' (الفتح، ۴۸، ۲۹)

''اور خوشخبری سنانے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئیں گے ان کا نام احمد ہے۔'' (الصف، ۶۱، ۶) حاکم نے اپنی صحیح میں یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اسم محمد ﷺ کو عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرمایا اگر محمد نہ ہوتے تو تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ رہ گئی حدیث ''لو لاک ماخلقت الأفلاک'' تو اس کا معنی صحیح ہے اگرچہ صنعانی نے اس کو موضوع قرار دیا ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''احمد اسم تفضیل بروزن اَفْعَلُ'' ہے جو مبالغہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی جس کی زیادہ تعریف کی جائے''

اور ''محمد'' مُفَعَّلُ کے وزن پر مبالغہ ہے یعنی جس کی بہت تعریف کی گئی ہو۔

أحد له ، أو يظهر عليه بسبب يشكل أحدا في أمره حتى تحققت السمات له - ﷺ - ولا شكل ينازع له أحد فيهما

● عدد أسماء النبي - ﷺ - :

قال السخاوي : وأسماؤه كثيرة جداً قيل بلغت ألفا لكن أكثرها أشتق من أفعال وصف - ﷺ - بها ، ولاشك أن كثرة الأسماء دليل على جلالة المسمى ، وناهيك بشرفه تشريف الله - عز وجل - له بما سماه به في أسمائه الحسنى ووصفه به من صفاته العُليا كما بينه « صاحب الشفا » وغيره . قلت : وقد جمعها شيخ مشايخنا الحافظ جلال الدين السيوطي في رسالة له أيضا بلغت خمسمائة وأحدثُ عمدتها ورتبتها العليا واقتصرت على تسعة وتسعين على ورد أسماء الله الحسنى

هذا الحبيب فمثله لا يولد والنــــور من وجناته يتوقـــــد
جبريل نادى في منصة حسنه هذا مديح الكون هــذا أحمد
هذا مليح الوجه هذا المصطفى هذا جميل الصوء هذا السيد
هذا الجميل النعت هذا المرتضى هذا كحيل الطرف هذا الأمجد
هذا الذى خلعت عليه ملابس ونفــائس فنظيره لا يوجـــد

● مولده - ﷺ - في عام الفيل :

مولده - ﷺ - عام الفيل[1]، كما رواه الترمذي في جامعه من حديث قيس ابن مخرمة بن أشم ، والبيهقي في الدلائل من حديث سويد من غفلة أحد المخضرمين والبيهقي أيضا والحاكم وصححه كلاهما من طريق حجاج بن محمد عن يونس بن إسحاق عن أبيه عن سعيد بن جبير عن ابن عباس ورواه ابن سعد بلفظ : يوم الفيل[2]. ورواه الحاكم أيضا من طريق حميد بن الربيع عن حجاج كذلك ، وقال : إن حميد انفرد بقوله : يوم الفيل ، وتعقب برواية ابن معين ولكن المحفوظ بلفظ : عام ، وقد لا ينافيه اللفظ الآخر لعدم صراحته في ذلك لما فيه من

(١) أخرجه الترمذي في سننه ، برقم (٣٦٢٣) وقال : حسن غريب لا نعرفه إلا من حديث ابن إسحاق ، والحاكم في المستدرك (٢/٦٠٣)وقال : صحيح على شرط مسلم ، ووافقه الذهبي ، والطبراني كما في مجمع الزوائد (١/١٩٦) ، وقال الهيثمي : رجاله موثقون ، وأبو نعيم في دلائل النبوة ، حديث (٨٤) و(٨٥)
(٢) أخرجه ابن سعد في الطبقات الكبرى (١/١٠١) ، والحاكم في المستدرك (٢/٦٠٣) وقال : تفرد حميد ابن الربيع بهذه اللفظة في هذا الحديث ولم يتابع عليه

یہ احمد سے بڑھ کر ہے اور دنیا و آخرت میں سارے لوگوں سے زیادہ تعریف کرنے والا (اپنے رب کی) پس آپ ﷺ محمودین میں بھی احمد اور حامدین میں بھی احمد ہیں۔
قیامت کے دن آپکے ہاتھوں میں لواء لحمد ہوگا تاکہ آپ ﷺ کے لیے کامل حمد ثابت ہو اور عرصۂ محشر میں آپ ﷺ صفت حمد کے ساتھ مشہور ہوں۔ آپ ﷺ مقامِ محمود پر فائز ہوں گے اور اولین وآخرین آپ ﷺ کی تعریف کریں گے۔اور آپ ﷺ کے اوپر حمد وثنا کے دروازے کھول دیے جائیں گے جیسا کہ صحیحین میں وارد ہے۔
یہ وہ کچھ ہے جو کسی اور کے حصہ میں نہ آیا
اور کتب انبیاء میں آپ ﷺ کی امت کا نام حامدین آیا ہے تو آپ ﷺ کا حق بنتا ہے کہ آپ ﷺ کا نام محمد اور احمد رکھا جائے اور ان دونوں ناموں میں عجیب وغریب خصوصیات ہیں یہ اللہ کا ایک اور احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے زمانے سے پہلے کسی کو یہ نام نہ رکھنے دیا۔
اسم گرامی احمد جو پہلی کتابوں میں ہے اور جسکی سابق انبیائے کرام نے بشارت دی ہے تو اللہ نے اپنی حکمت سے آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کا یہ نام رکھنے سے روک دیا اور یہ کہ کسی اور کو اس نام سے پکارا نہ جائے تاکہ کسی قسم کا شک وشبہ پیدا نہ ہو یونہی عرب وعجم میں کسی کا نام محمد نہیں رکھا گیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے ظہور اقدس اور میلاد پاک سے ذرا پہلے یہ بات مشہور ہوگئی کہ ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے جن کا نام "محمد" ﷺ ہوگا۔
گویا تھوڑے سے لوگوں نے اپنے بیٹوں کا یہ نام بھی رکھا اس امید پر کہ ان میں سے کوئی ایک ہونے والا نبی ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات کا بھی اہتمام کیا کہ جس کا یہ نام ہو وہ دعوئ نبوت نہ کرسکے۔

اسماء نبی ﷺ کی تعداد

امام سخاویؒ نے کہا کہ آپ ﷺ کے اسماء گرامی بہت زیادہ ہیں۔ کہا گیا ہے کہ انکی تعداد ہزار تک ہے۔ لیکن اکثر نام آپ ﷺ کے افعال و اوصاف سے مشتق ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اسماء کی کثرت مسمّٰی کے جاہ وجلال کی دلیل ہے۔
تمہاری تسلی کے لئے اتنا کافی ہے کہ اللہ نے آپ ﷺ کو شرف بخشا ہے کہ آپ

لاحتمال . قال ابن عبد البر : أنه يحتمل أن يكون أراد باليوم الذي حبس الله الفيل فيه عن وطء الحرم وأهلك الذين جاءوا به ، ويحتمل أن يكون أراد باليوم العام قال السخاوي : ومال شيخنا إلى الأول حيث قال : يطلق « اليوم » ويراد به مطلق الوقت كما يقال : « يوم الفتح » و« يوم بدر » ، فإن المراد حقيقة اليوم فيكون أخص من الأول وبذلك صرح ابن حبان في أول تاريخه فإنه قال : ولد « عام الفيل » في « اليوم الأول » بعث الله الطير الأبابيل على أصحاب الفيل . وأخرجه البيهقي أيضاً من مرسل محمد بن مطعم بلفظ : « عام »[1]، وقد عاين ذلك حكيم بن حزام وحويطب بن عبد العزى وحسان بن ثابت وكل منهم عاش مائة وعشرين سنة . وقال إبراهيم بن المنذر : هو الذي لا شك فيه عند أحد من علمائنا وممن حكى الإجماع ابن قتيبة ثم عياض[2] وقال ابن دحية : اتفاق العلماء بالأثر والسنن عليه انتهى . وكأنهم عمدة ابن القيم في الإتفاق ولكن الخلاف فيه ثابت ويتحصل منه أقوال أخرى بعد الفيل بأربعين سنة قاله أبو زكريا العلائي حكاه ابن عساكر في الترجمة النبوية من أول تاريخه أو ثلاثين سنة حكاه موسى بن عقبة عن الزهري أو بثلاث وعشرين أورده ابن عساكر من رواية شعيب بن شعيب أو بخمس عشرة حكاه ابن الكلبي عن أبيه عن أبي صالح عن ابن عباس ولكن المعتمد عن ابن عباس ما تقدم أو شهر حكاه ابن عبد البر ، أو بعشر أورده ابن عساكر من طريق عبد الرحمن بن أبزى ، أو بثلاثين يوما أو بأربعين يوماً .

● أكان مولده - ﷺ - في أيام كسرى أنو شروان ؟ .

قال السخاوي : وأما ما يذكر على الألسنة بلفظ . ولدت في زمن الملك العادل فشيء لا أصل له على أن بعضهم أعربه ، وقال مما جازف فيه : أنه لا خلاف بين العلماء أنه ﷺ - ولد بمكة في أيام كسرى أنو شروان العادل ، قلت : وقد قال الزركشي . كذب باطل ، قال السيوطي : قال البيهقي في شعب الإيمان تكلم

---

(١) أخرجه البيهقي في دلائل النبوة (١/ ٧٥) وأحمد في المسند (٤/ ٢١٥) وسيرة ابن هشام (١/ ١٧١) والبداية والنهاية (٢/ ٢٦٩) لابن كثير

(٢) قال الحافظ ابن الجوزي في صفة الصفوة . ذكر مولد رسول الله ﷺ - : اتفقوا على أن رسول الله ﷺ ولد يوم الاثنين في شهر ربيع الأول عام الفيل ، واختلفوا فيما مضى من ذلك الشهر لولادته على أربعة أقوال : أحدها أنه ولد لليلتين خلتا منه . والثاني : لثمان خلون منه ، والثالث : لعشر خلون منه . والرابع : لاثنتي عشرة خلت منه

ﷺ کے نام اپنے اسماء حسنٰی میں رکھے اور آپ ﷺ کی صفات اپنی صفات عالیہ میں سے مقرر کیں۔ جیسا کہ اسے صاحب الشفاء وغیرہ سے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں ہمارے شیخ المشائخ جلال الدین سیوطیؒ نے ان ناموں کو اپنے ایک رسالے میں جمع کر دیا جن کی تعداد پانچ سو تک پہنچ چکی ہے۔ ان میں سے چیدہ چیدہ منتخب کیے اور اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کی نسبت سے ننانوے کی تعداد لکھی۔

''یہ حبیب ہے جن کی مثل کوئی پیدا نہیں ہوا آپکے رخساروں سے نور چمک رہا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آپکے رخ زیبا کو دیکھ کر آواز دی کہ یہ کائنات کا ممدوح ہے یہ احمد ہے۔ یہ ملیح چہرے والے ہیں یہ مصطفیٰ ہیں یہ خوبصورت چمک والے یہ سردار ہیں۔ یہ خوبصورت تعریف والے ہیں یہ پسندیدہ ہیں۔ یہ سرگیں آنکھوں والے ہیں یہ بزرگ ہیں۔ یہ وہ ہستی ہیں جن پر سارے لباس اور عمدہ چیزیں بوسیدہ لگتی ہیں سوان کی مثل پانا مشکل ہے۔''

آپ ﷺ کی پیدائش عام الفیل میں ہوئی

آپ ﷺ کا سن ولادت عام الفیل ہے جیسا کہ امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں بیان کیا اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے اور ابن سعد نے یوم الفیل بیان کیا ہے اور حاکم نے بھی بیان کیا ہے۔

ابن عبدالبر نے کہا احتمال ہے کہ عام الفیل سے مراد وہ دن ہو جس دن اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں کو کعبہ پر حملہ کرنے سے روکا اور جو لوگ ان کو لائے تھے ان کو تہس نہس کیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ اُس سے مراد وہ سال ہے۔

امام سخاوی نے کہا کہ ہمارے شیخ پہلے قول کی طرف مائل ہیں کہ دن بول کر مطلق وقت مراد لیتے ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے ''یوم الفتح'' یوم بدر وغیرہ مراد یہ کہ جس دن فتح مکہ ہوئی اور جس دن بدر کا معرکہ بپا ہوا۔ ابن حبان نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ حضور ﷺ عام الفیل کے پہلے دن پیدا ہوئے جس دن اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں پر ابابیل پرندے بھیجے۔ بیہقی نے محمد بن مطعم کی یہ مرسل روایت نقل کی ''عام''۔ یہ سب کچھ حکیم بن حزام حویطب بن

سيجها أبو عبد الله الحافظ في بطلان ما يرويه بعض الجهلاء عن نبينا ﷺ : « ولدت في زمن الملك العادل »[1] يعني أنو شروان ، ثم رأى بعض الصالحين رسول الله – ﷺ – في المنام فحكى له قال ماقال أبو عبد الله : فصدقه في تكذيب هذا الحديث وإبطاله ، وقال ما قلته قط[2]، فإن قلت : تربة الشخص مدفنه ، فكان مقتضى هذا أن يكون مدفنه عليه السلام بمكة حيث كان تربته منها فقد أجاب عنه صاحب العوارف – أفاض الله علينا من عوارفه وتعطف علينا بعوارضه – بأنه قيل : إن الماء لما تموج رمى الزبد إلى النواحي فوقعت جوهرة النبي – ﷺ – إلى ما يحاذي تربته بالمدينة فكان – ﷺ – مكيا مدنيا حنينه إلى مكة وتربته بالمدينة .

● مولده – ﷺ – في شهر ربيع الأول :

ثم اختلف في الشهر الذي ولد فيه والمشهور أنه وُلد في شهر ربيع الأول وهو قول جمهور العلماء ، ونقل ابن الجوزي الاتفاق عليه ، وفيه نظر ، فقد قيل في صفر ، وقيل في ربيع الآخر ، وقيل في رجب ولا يصح ، وقيل في شهر رمضان ، وروى عن ابن عمر بإسناد يصح وهو موافق لمن قال . إن أمه حملت به في أيام التشريق ، وأغرب من قال ولد في عاشوراء ، وكذا أيضا اختلف في أي يوم من الشهر فقيل : إنه غير معين إنما ولد يوم الإثنين من ربيع الأول من غير تعيين ، والجمهور على أنه يوم معين منه فقيل لليلتين ، وقيل لثمان خلت منه . قال الشيخ قطب الدين القسطلاني : وهو اختيار أكثر أهل الحديث ، ونقل عن ابن عباس وابن جبير بن مطعم وهو إطلاق أكثر من له معرفة بهذا الشأن ، واختاره الحميدي ، وشيخه ابن حزم ، وحكى القضاعي في عيون المعارف : إجماع أهل السير عليه ، وقيل لعشرة ، وقيل لاثني عشر وعلا أهل مكة في زيارتهم موضع ولادته في هذا الوقت ، وقيل لسبع عشرة ، وقيل ثمان بقين منه ، والمشهور أنه ولد يوم الإثنين ، ثاني عشر ربيع الأول ، وهو قول ابن إسحاق وغيره[3]. واختلف أيضا في الوقت

---

(١) قال الأئمة لا أصل له ، انظر كشف الخفا (٢/٤٥٤) وقال الصغاني إنه موضوع ، وقال في المقاصد لا أصل له ، وقال الحليمي لا يصح وذكره الصاغاني في الأحاديث الموضوعة ، حديث رقم (٣٠) ، والفوائد المجموعة (ص/٣٧٨) (٢) أورده العجلوني في كشف الخفا (٢/٤٥٤)

(٣) انظر دلائل النبوة لأبي نعيم ـ حديث (٩٠) وابن سعد في الطبقات الكبرى (١/١٠٠ ، ١٠١) ، ودلائل النبوة للبيهقي (١/٧٤) ، وسيرة ابن هشام (١/١٧١)

عبدالعزیٰ اور حسان بن ثابت نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ان میں سے ہرایک نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ابراہیم بن منذر نے کہا یہی وہ چیز ہے جس پر ہمارے کسی عالم کو شک نہیں۔

جن لوگوں نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے ان میں ابن قتیبہ، قاضی عیاض بھی شامل ہیں۔ابن دحیہ نے کہا کہ اس پر علماء کا اتفاق بھی ہے اور اس میں اثر اور سنن کے دلائل بھی ہیں۔اور گویا کہ اتفاق کے سلسلے میں ان لوگوں کا اعتماد ابن قیم پہ ہے لیکن اس میں اختلاف ثابت ہے جس سے دوسرے اقوال ثابت ہورہے ہیں۔مثلاً واقعہ فیل کے چالیس سال بعد یہ قول ہے ابوذکریا العلائی کا جس کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضور ﷺ کے عنوان میں ذکر کیا ہے یا تیس سال اس کو موسیٰ بن عقبہ نے زُھری سے روایت کیا یا تئیس سال بعد اس کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔یا پندرہ سال اس کو ابن الکلبی نے ذکر کیا ہے، لیکن قابل اعتماد ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو گزر چکا ہے۔اسکو ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے یا دس دن بعد اس کو ابن عساکر نے کیا ہے یا تیس (۳۰) دن یا چالیس (۴۰) دن بعد۔

کیا حضور ﷺ کی ولادت باسعادت نوشیروان کسریٰ کے دور میں ہوئی

امام سخاوی نے کہا یہ بات جو زبانوں پر چڑھی ہوئی ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت عادل بادشاہ کے دور میں ہوئی یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جسکی کوئی اصل نہیں علاوہ ازیں بعض لوگوں نے بالکل نظر انداز کیا اور جس حقیقت کی طرف لوگوں کا رجحان ہے وہ یہ ہے کہ علماء میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں کسریٰ نوشیروان عادل کے دور میں پیدا ہوئے۔ میں کہتا ہوں کہ زرکشی نے کہا کہ یہ جھوٹ ہے باطل ہے۔سیوطی نے کہا بیہقی نے شعب الایمان میں کہا ہمارے شیخ ابو عبداللہ حافظ اس بات کو باطل ثابت کرتے ہیں جس کو بعض جہلاء بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں "ملک العادل" کے زمانے میں پیدا ہوا اور اس سے مراد نوشیروان ہے۔

پھر بعض صالحین نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آپ ﷺ کی خدمت میں ابو

الذي ولد فيه والمشهور أنه يوم الإثنين ، عن أبي قتادة الأنصاري أنه سئل - ﷺ - عن صيام يوم الإثنين ؟ قال : « **ذلك يوم ولدت فيه ، وأنزلت عليّ فيه النبوة** »[(١)] رواه مسلم ، وهذا يدل على أنه وُلد نهارًا ، وفي المسند عن ابن عباس قال : ولد - ﷺ - يوم الإثنين ، واستنبئ يوم الإثنين وخرج مهاجرًا من مكة إلى المدينة يوم الإثنين ودخل المدينة يوم الإثنين ووضع الحجر يوم الإثنين[(٢)]، قال القسطلاني : وكذا فتح مكة ونزول سورة المائدة يوم الإثنين يعني المشتملة على آية : ﴿ **الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا** ﴾[(٣)] وهو آخر سورة نزلت ، وقد روى ابن أبي شيبة وأبو نعيم في الدلائل : أنه ولد عند طلوع الفجر ، وقيل ولد ليلاً[(٤)]. قال الزركشي : والصحيح أن ولادته عليه السلام كانت نهارًا . قلت : وأغرب القسطلاني وقال : ليلة مولده - ﷺ - أفضل من ليلة القدر من وجوه ثلاثة ذكرها حيث لا يفيد الإطلاق مع أن الأفضلية ليست إلا لكون العبادة فيها أفضل بشهادة النص القرآني : ﴿ **لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ** ﴾[(٥)] ولا تعرف هذه الفضيلة لليلة مولده عليه السلام ، والتحية لا من الكتاب ولا من السنة ، ولا من أحد من علماء الأئمة ، وأما تصحيف ابن دحية رواية سقوط النجم عند مولده بأنه ولد نهارًا ، فغير صحيح لأن سقوطه خارق للعادة فلا فرق فيه بين الليل والنهار على أنه بعد الفجر وللنجوم حينئذ سلطان كما في الليل أو يقال سقوط النجم كان في ليلة مولده إظهارًا لنبوته ، وما قارب الشيء يعطى حكمه[(٦)].

---

(١) أخرجه مسلم في صحيحه ، كتاب الصيام ، باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر وصوم يوم عرفة وعاشوراء والاثنين والخميس ، حديث (١٩٧)

(٢) أخرجه الطبراني في الكبير كما في مجمع الزوائد (١/١٩٦) ، وفيه ابن لهيعة وهو ضعيف وبقية رجاله ثقات من أهل الصحيح ، قاله الهيثمي وأخرجه أبو نعيم في الدلائل ، حديث (٩٠)

(٣) المائدة ، ٣ .

(٤) أخرجه أبو نعيم في دلائل النبوة ، عن عثمان بن أبي العاص قال : أخبرتني أمي أنها حضرت آمنة أم رسول الله - ﷺ - لما ضربها المخاض ، قالت : فجعلت أنظر إلى النجوم تدلّى حتى قلت لتقعنّ عليّ ، فلما وضعت ، خرج منها نورٌ أضاء له البيت والدار ، حتى جعلت لا أرى إلا نوراً ، ويؤخذ من الحديث أنه ﷺ ولد ليلا ، والصحيح أن ولادته كانت نهارًا ، قاله الزركشي .

(٥) القدر : ٣

(٦) انظر الهامش قبل السابق ، وفيه أن النجوم تدلى وفي ذلك إظهار لنبوته - ﷺ -

عبداللہ کی بات بیان کی تو آپ ﷺ نے ابوعبداللہ کی تصدیق کی کہ یہ روایت جھوٹ اور باطل ہے اور فرمایا کہ میں نے کبھی یہ نہیں کہا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ہر آدمی کا خمیر جہاں سے اٹھتا ہے وہیں اس کا مدفن ہوتا ہے۔ اس کا تقاضا تو یہی تھا کہ حضور ﷺ کا مدفن مکہ مکرمہ میں ہونا چاہے تھا صاحب العوارف (اللہ انکے معارف کا ہم پر فیضان کرے اور انکی ہم پر کرم نوازی کرے) یہ جواب دیا ہے کہ جب پانی کی موج اٹھتی ہے تو جھاگ دائیں بائیں گرتا ہے سو نبی پاک ﷺ کا جوہر مدینہ طیبہ میں ہنوز کی تربت اقدس کی جگہ پر گرا سو آپ مکی بھی ہیں اور مدنی بھی ہیں۔ آپ کا جوہر مبارک مکہ میں اور خاک مقدس مدینہ میں۔

ماہ ربیع الاول میں میلاد پاک ﷺ

پھر اختلاف ہوا آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینے میں۔ مشہور یہ ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ تھا جمہور علماء کا یہی قول ہے:

ابن جوزی نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے جو محل نظر ہے، ایک قول ہے صفر کا مہینہ تھا، ایک قول ہے ربیع الآخر جبکہ ایک قول رجب کا مہینہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رمضان کا مہینہ تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ منقول ہے اور یہ ان لوگوں کے موافق ہے جنہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کی والدہ محترمہ کا استقرار حمل، ایام تشریق میں ہوا۔

اور غریب تر اس آدمی کا قول ہے جس نے کہا آپ ﷺ کی ولادت یوم عاشورہ کو ہوئی۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ مہینے کے کس دن میں ہوئی۔ کہا گیا ہے کہ اس کا تعین بھی مشکل ہے۔ بہرحال آپ ﷺ پیر کے دن ربیع الاول میں پیدا ہوئے اور جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ وہ دن معین ہے کسی نے کہا دو ربیع الاول اور کسی نے آٹھ ربیع الاول کہا ہے۔

شیخ قطب الدین قسطلانی نے کہا اور اکثر محدثین کا بھی یہی قول مختار ہے اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ابن جبیر بن مطعم سے منقول ہے اور یہی قول اکثر ان لوگوں کا جن کو اس سلسلہ میں معرفت حاصل ہے اور یہی قول حمیدی اور انکے شیخ ابن حزم کا۔ القضاعی نے عیون المعارف میں لکھا ہے کہ اہل سیرت کا اس پر اجماع ہے۔ کسی نے کہا دس تاریخ تھی کسی

● اختلاف العلماء في مدة حمله ومكان مولده :

ثم اختلف في مدة الحمل فقيل : تسعة أشهر ، وقيل :عشرة وقيل : ثمانية ، وقيل : سبعة قال القسطلاني : وولد عليه الصلاة والسلام في الدار التي كانت لمحمد بن يوسف أخي الحجاج ، ويقال بالشِّعب ، ويقال بالردم ، ويقال : بعسفان . قال شيخنا ابن حجر المكي الصحيح بل الصواب بمكة بمولده المشهور الآن ، قال العلماء : ولم يكن مولده - ﷺ - في المحرم ولا في رجب ، ولا في رمضان لئلا يتشرف بالزمان وإنما الزمان يتشرف به كالمكان .

● رضاعته ودلائل نبوته مع حليمة السعدية :

قال القسطلاني وقد ذكر أنه لما ولد - ﷺ - قيل : من يكفل هذه الدرة اليتيمة التي لا يوجد لمثلها قيمة ؟ فقالت **الطيور** : نحن نكفله ونغتنم خدمته العظيمة . **وقالت الوحوش** . نحن أولى بذلك ننال شرفه وتعظيمه ، فنادى لسان القدرة : أن يا جميع المخلوقات إن الله تعالى قد كتب في سابق حكمته القديمة أن نبيه الكريم يكون رضيعاً لحليمة ، قالت حليمة - فيما رواه ابن إسحاق ، وابن راهويه وأبو يعلى ، والطبراني ، والبيهقي ، وأبو نعيم قدمتُ مكة في نسوة من بني سعد بن بكر نلتمس الرضعاء في سنة شهباء[1]، فقدمت على أتان لي ، ومعي صبي لنا وشارف لنا والله ما تبض بقطرة[2] وما ننام ليلنا ذلك ، أجمع مع صبينا ذلك لا يجد في ثدي ما يغنيه ولا في شارفنا ما يغذيه ، فقدمنا مكة ، فوالله ما علمت منا امرأة إلا وقد عرض عليها رسول الله - ﷺ - فتأباه إذا قيل : يتيم ، فوالله ما بقي من صواحبي امرأة إلا أخذت رضيعا غيري فلما لم أجد غيره قلت لزوجي : والله إني لأكره أن أرجع من بين صواحبي ليس معي رضيع ، لأنطلقن إلى ذلك اليتيم فلآخذنه فذهبت ، فإذا هو مدرج في ثوب صوف أبيض من اللبن ، يفوح منه المسك ، وتحته حريرة خضراء ، راقد على قفاه يغط ، فأشفقت أن أوقظه من نومه لحسنه وجماله ، فدنوت منه رويداً فوضعت يدي على صدره فتبسم ضاحكا ، وفتح عينيه ينظر إليّ ، فخرج من عينيه نورٌ حتى دخل خلال السماء ، وأنا أنظر فقبلته بين عينيه ، وأعطيته ثديي الأيمن فأقبل عليه بما شاء

(١) الشهباء مجدبة بيضاء لايرى فيها خضرة

(٢) ما تبض ما ترشح قطرة من اللبن لكبر سنها

نے کہا بارہ تاریخ تھی۔ اس وقت اہل مکہ اس مقام کی زیارت کیلئے جمع ہوتے ہیں کچھ کہتے ہیں کہ سترہ جبکہ کچھ بائیس تاریخ کہتے ہیں۔

مشہور یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت بارہ ربیع الاول کو ہوئی یہی ابن اسحاق وغیرہ کا قول ہے آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت میں بھی اختلاف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ پیر کا دن تھا۔

ابوقتادہ انصاری کہتے ہیں حضور ﷺ سے سوموار کے دن کے روزے کا پوچھا گیا، انہوں نے فرمایا' یہ میری پیدائش کا دن ہے اور اسی دن مجھ پر نبوت نازل ہوئی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے یہ دلیل ہے کہ حضور ﷺ دن کے وقت پیدا ہوئے۔ مسند میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ سوموار کے دن پیدا ہوئے، سوموار کے دن ہی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی، اور مدینہ طیبہ میں سوموار کے دن ہی داخل ہوئے اور حجر اسود بھی سوموار کے دن نصب کیا۔

قسطلانی نے کہا' یونہی فتح مکہ اور سورہ مائدہ کا نزول سوموار کے دن ہوا یعنی سورہ مائدہ کی یہ آیت ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لیے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظام حیات کی حیثیت سے) پسند کرلیا۔''

(القرآن، المائدہ ۳) اور یہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت ہے۔ ابن ابی شیبہ اور ابونعیم نے دلائل میں روایت ذکر کی کہ آپ ﷺ کی ولادت صبح صادق کے وقت ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ رات کے وقت۔ زرکشی نے کہا صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت دن کو ہوئی۔

میں کہتا ہوں قسطلانی نے عجیب بات کہہ دی ہے، کہ حضور ﷺ کی میلاد کی رات لیلۃ القدر سے تین وجوہات کی بناء پر افضل ہے جو انہوں نے ذکر کی ہے جن کو یہاں دہرانے کا فائدہ نہیں۔ علاوہ ازیں افضلیت صرف اس وجہ سے ہوئی کہ اسمیں عبادت کرنی افضل ہے جیسے قرآن پر گواہ لیلۃ القدر خیر من الف شہر۔

اور حضور کی شب میلاد کیلئے یہ فضیلت ثابت نہیں نہ کہ کتاب سے، نہ سنت سے نہ علمائے

من لبن محوله إلى الأيسر فأبى ، وكانت تلك حاله بعد .

قال أهل العلم أعلمه الله أن له شريكا فألهمه العدل فقالت : فروى وروى أخوه ، ثم أخذته فما هو إلا أن جئت به رحلي وقام صاحبي تعني زوجها - إلى شارفنا تلك فإذا أنها لحافل[1] فحلب ما شرب وشربت حتى روينا وبتنا بخير ليلة ، فقال صاحبي : يا حليمة والله إني لأراك قد أخذت نسمة مباركة ، ألم تر ما بتنا به الليلة من الخير والبركة حين أخذناه فلم يزل الله يزيدنا خيراً قالت حليمة : فودعت الناس بعضهم بعضا وودعت أنا أم النبي - ﷺ - ثم ركبت أتاني[2] وأخذت محمدًا - ﷺ - بين يدي ، قالت : فنظرت إلى الأتان وقد سجدت نحو الكعبة ثلاث سجدات ، ورفعت رأسها إلى السماء ، ثم مشت حتى سبقت دواب الناس الذين كانوا معي ، وصار الناس يتعجبون مني ويقلن لي النساء وهن ورائي : يابنت أبي ذؤيب أهذه أتانك التي كنت عليها وأنت جائية معنا تخفضك طورًا وترفعك أخرى فأقول : تالله إنها هي ويتعجبن منها ، ويقلن : إن لها شأنا عظيما ، قالت : فكنت أسمع أتاني تنطق وتقول : إن لي شأنا ثم شأنا بعثني الله بعد موتي ورد لي سمني بعد هزلي ويحكن يا نساء ، بني سعد إنكن لفي غفلة وهل تدرين مَنْ على ظهري ، على ظهري خير النبيين وسيد المرسلين وأفضل الأولين والآخرين وحبيب رب العالمين . قالت حليمة : فيما ذكره ابن إسحاق وغيره : ثم قدمنا منازل بني سعد ، ولا أعلم أرضا من أرض الله أجدب منها فكانت غنمي تروح ، على حين قدمنا به شباعاً لبناً ، فحلب وشرب ، وما يحلب إنسان قطرة لبن ولا يجد في ضرع ، حتى كان الحاضر من قومنا يقولون لرعيانهم . اسرحوا حيث يسرح غنم بنت أبي ذؤيب ، فتروح أغنامهم جياعا ما تبض بقطرة لبن ، وتروح أغنامي شباعاً لبناً ، فلله دَرُّها من بركة كثرت بها مواشي حليمة ، ونمت وارتفع قدرها به ، وسَمَتْ ولم تزل حليمة تتعرف الخير والسعادة وتفوز منه بالحسنى وزيادة[3]

(١) الحافل كثيرة اللبن ، والناقة الحفلة التي لا يحلبها صاحبها أياما حتى يجتمع لبنها في ضرعها ، وسميت حافلة وحفلة لأن اللبن يجمع في ضرعها فيكون غزيراً

(٢) الأتان الحمارة وهي أنثى الحمار ، وفي حديث ابن عباس ، جئت على حمار أتان ، وهي أنثى الحمار

(٣) أخرجه أبو نعيم في دلائل النبوة ، حديث (٩٤) ، والطبراني كما في مجمع الزوائد (٨/ ٢٢٠) وقال الهيثمي رجاله ثقات وابن سعد في الطبقات الكبرى (١/ ١١٠ ، ١١١) ، وابن كثير في البداية والنهاية (٢/ ٢٧٣ ، ٢٧٤)

امت سے۔ علامہ دحیہ نے حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت ستارے گرنے کی روایت کو یہ کہہ کر ضعیف قرار دیا ہے کہ حضور ﷺ تو دن کے وقت پیدا ہوئے۔ دحیۃ کی یہ بات ٹھیک نہیں کیونکہ ستاروں کا گرنا خارقِ عادت ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ رات ہو یا دن۔ علاوہ ازیں حضور ﷺ کی میلاد صبح صادق کے بعد ہوئی اور اس وقت رات کی طرح ستاروں کی سلطنت ہوئی ہے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ شب میلاد کو ستاروں کا گرنا آپ ﷺ کی نبوت کا اظہار تھا اور کسی چیز کا جو قریب ہوا اسے اسی چیز کا حکم دیا جاتا ہے۔

حضور ﷺ کی مدت حمل اور مقام پیدائش کے بارے میں اختلاف علماء

پھر آپ ﷺ کی مدت حمل میں اختلاف ہے ایک قول ہے نو مہینے، ایک دس مہینے، ایک آٹھ مہینے اور ایک ساتھ مہینے ہے۔

قسطلانی نے کہا حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف کے گھر میں ہوئی، ایک قول ہے کہ شعب میں ہوئی، ایک قول ہے ردم میں ہوئی ایک قول عسفان میں ہوئی۔

ہمارے شیخ ابن حجر مکی نے فرمایا صحیح اور صواب قول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کی جائے پیدائش آج بھی مشہور ہے۔ علماء نے کہا کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت محرم ، رجب اور رمضان میں نہیں ہوئی کہ آپ ﷺ کو زمانے کی وجہ سے شرف حاصل ہوتا زمان ومکان تو سرکار کی وجہ سے مشرف ہوئے۔

سیدہ حلیمہ سعدیہ کے پاس حضور ﷺ کا دودھ پینا اور آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل

امام قسطلانی نے کہا مذکور ہے کہ جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو کہا گیا کہ اس درِ یتیم کہ جس کی طرح کوئی انمول نہیں کی پرورش کون کرے گا؟ پرندوں نے کہا کہ ہم کریں گے اور آپ ﷺ کی عظیم خدمت کو غنیمت سمجھیں گے۔ وحشی جانوروں نے کہا ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں یہ شرف وعظمت ہم حاصل کریں گے۔

زبان قدرت گویا ہوئی اے تمام مخلوقات ! اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت قدیمہ میں یہ فیصلہ لکھ دیا کہ اس کا نبی کریم حلیمہ کے ہاں دودھ پیئے گا۔ سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا جیسا کہ ابن اسحاق ، ابن راھویہ، ابو یعلی، طبرانی، بیہقی، ابو نعیم وغیرہ کی روایت کیمطابق یہ بھی حلیمہ نے فرمایا کہ میں بنی سعد بن بکر کی عورتوں کے ساتھ مکہ معظمہ آئی کہ قحط سالی کے دوران دودھ پلانے کیلئے بچے مل جائیں۔

میں اپنی عورتوں کے ہمراہ چل پڑی میرے پاس میرا بچہ اور ایک دبلی کمزور بوڑھی اونٹنی تھی بخدا جس کے تھنوں میں سے دودھ کا قطرہ بھی نہ نکلتا تھا۔ ہم سارے پوری رات اپنے بچوں کے ہمراہ سو نہ سکے نہ میری چھاتیوں میں دودھ تھا نہ میری اونٹنی کے تھنوں میں جس سے ہم بچے کو کھلاتے پلاتے۔ جب ہم مکہ آئے بخدا میرے علم میں جتنی میرے ہمراہ عورتیں آئیں ان کو حضور ﷺ کو پیش کیا گیا لیکن جب کہا جاتا کہ بچہ یتیم ہے تو لینے سے انکار کر دیتیں۔ میرے سوا میری ہر ساتھی نے دودھ پلانے کیلئے کوئی بچہ حاصل کر لیا۔ جب یتیم بچے کے علاوہ مجھے کوئی نہ ملا تو میں نے اپنے خاوند سے کہا خدا کی قسم میں اپنی ساتھیوں کے ساتھ خالی ہاتھ لوٹنا پسند نہیں کرتی۔ میں اس یتیم کے پاس ضرور جاؤنگی اور اسے ضرور حاصل کروں گی سو میں گئی تو میں نے دیکھا کہ آپ دودھ سے زیادہ سفید شفاف اونی کپڑے میں لپٹے تھے جس سے کستوری کے حلے اٹھتے تھے۔

آپ ﷺ کے نیچے سبز رنگ کا ریشمی کپڑا تھا اور آپ ﷺ اپنی کمر کے بل سوئے ہوئے خراٹے لے رہے تھے میں نے آپ ﷺ کے حسن و جمال کو دیکھ کر آپ ﷺ کو جگانا پسند نہ کیا۔ میں ذرا قریب ہوئی میں نے اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے سینے پر رکھا آپ ﷺ مسکرا کے ہنسے اور آنکھ کھول کر میری طرف دیکھنا شروع کیا۔ آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے ایسا نور نکلا جو آسمانوں کی پہنائیوں میں چلا گیا میں دیکھتی رہ گئی اور آپ ﷺ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور دایاں پستان آپ ﷺ کے منہ میں دیا۔ آپ ﷺ اس کی طرف جب تک چاہا متوجہ ہوئے۔

پھر میں نے بائیں پستان کی طرف آپ ﷺ کو پھیرا آپ ﷺ نے انکار کردیا اور ہمیشہ یہی حالت رہی۔

اہل علم نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بتادیا کہ اس دودھ میں ان کا ایک اور بھی شریک ہے سو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عدل و مساوات کا الہام کیا آپ ﷺ بھی سیر ہوگئے اور آپ ﷺ کا بھائی بھی سیر ہوگیا۔

پھر میں نے آپ ﷺ کو لیا۔ بس اتنا وقت گزرا کہ میں آپ ﷺ کو اپنی سواری کے پاس لائی۔ میرا خاوند اونٹنی کی طرف اٹھا، دیکھا کہ اس کے تھنوں میں بہت زیادہ دودھ ہے جسے دوہ کر اس نے خود بھی پیا اور مجھے بھی پلایا یہاں تک کے ہم سیر ہوگئے اور رات خیریت سے گزاری، میرے خاوند نے کہا حلیمہ! خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ تم نے بڑا ہی برکت والا بچہ حاصل کیا ہے دیکھتی نہیں کہ جب سے اس بچے کو حاصل کیا ہے کس خیرو برکت کے ساتھ رات گزری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ خیرو برکت میں اضافہ کرتا رہا۔

حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں لوگوں نے ایک دوسرے کو رخصت کیا، میں نے بھی نبی پاک ﷺ کی والدہ ماجدہ سے رخصت حاصل کی، اپنی سواری کے جانور پر سوار ہوئی اور محمد ﷺ کو اپنے آگے رکھا، میں نے دیکھا کہ سواری نے تین بار خانہ کعبہ کی طرف سجدے کیے، سر آسمان کی طرف اٹھایا پھر چل پڑی۔ یہاں تک کہ تمام ہمراہیوں کی سواریوں سے سبقت لے گئی لوگ مجھے دیکھ کر تعجب کرتے۔ عورتیں پیچھے سے مجھے کہتیں ابو ذویب کی بیٹی یہ تیری وہی سواری ہے جس پر سوار ہو کر تو ہمارے ساتھ آئی تھی۔ جو کبھی تجھے پست کرتی تھی کبھی بلند؟ میں کہتی ہاں خدا کی قسم یہ وہی ہے۔ وہ اظہار تعجب کرتیں اسکی بڑی شان ہوگی۔

فرماتی میری سواری بولتی اور میں اسکی باتوں کو سمجھتی وہ کہہ رہی تھی ہاں میری شان ہے مجھے اللہ نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کردیا میری کمزوری کے بعد اللہ نے مجھے موٹاپا لوٹا دیا۔

بنو سعد کی عورتو! تمہارا برا ہو تم غفلت میں پڑی ہو تمھیں معلوم ہے میری پیٹھ پر کون ہے؟ میری پیٹھ پر وہ ہے جو سارے نبیوں سے بہتر ہے۔ سارے رسولوں کا سردار اولین و آخرین سے افضل، رب العالمین کا حبیب۔ حلیمہ کہتی ہیں جیسا کہ ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا پھر ہم بنی سعد کے علاقے میں آئیں اور میرے علم میں اس زمین سے زیادہ اللہ کی

لقد بلغت بالهاشمي حليمة مقاماً علا في ذروة العز والمجد
وزادت مواشيها وأخصب ربعها وقد عم هذا السعد كل بني سعد

وجاء في كتاب الترقيص لأبي عبد الله محمد بن المعلى الأزدي إن من شعر حليمة مما كانت ترقص به النبي - ﷺ -

يارب إذا أعطيته فأبقه وأعله إلى العلا وأرقه
وادحض أباطيل العدى بحقه وزدت أنا بحقه بحقه

● من معجزاته - ﷺ - وهو رضيع :

وأخرج البيهقي والخطيب وابن عساكر في تاريخهما عن العباس بن عبد المطلب قال . قلت : يارسول الله دعاني إلى الدخول في دينك إمارة لنبوتك رأيتك في المهد تناغي القمر وتشير إليه بإصبعك فحيث أشرت إليه مال . قال : إني كنت أحدثه ويحدثني ويلهيني عن البكاء وأسمع وجيبه يسجد تحت العرش .

وفي فتح الباري عن سيرة الواقدي أنه - ﷺ - في أوائل ما ولد . وذكر ابن سبع في الخصائص أن مهده كان يتحرك بتحريك الملائكة .

● الغمامة تظل النبي - ﷺ - :

وأخرج البيهقي وابن عساكر عن ابن عباس قال : كانت حليمة تحدث أنها أول ما فطمت رسول الله - ﷺ - تكلم فقال : « **الله أكبر كبيراً والحمد لله كثيراً وسبحان الله بكرة وأصيلا ، فلما ترعرع كان يخرج فينظر إلى الصبيان يلعبون فيجتنبهم** »[١]. الحديث ، وقد روى ابن سعد وأبو نعيم وابن عساكر عن ابن عباس قال : كانت حليمة لاتدعه يذهب مكانا بعيداً فغفلت عنه فخرج مع أخته الشيماء في الظهيرة إلى البهم[٢] فخرجت حليمة تطلبه حتى تجده مع أخته فقالت . في هذا الحر ؟ فقالت أخته : ياأمه ما وجد أخي حرًّا رأيت غمامة تظل عليه إذا وقف وقفت ، وإذا سار سارت حتى انتهى إلى هذا الموضع[٣]. الحديث .

● شق صدره - ﷺ - :

قالت . فلما فصلته أي فطمته قدمنا به على أمه ونحن أحرص شيء على مكثه عندنا لما نرى من بركته فكلمنا أمه وقلنا : لو تركتيه عندنا حتى يغلظ ؛ فإنا نخشى

---

١) أخرجه البيهقي في دلائل النبوة ، (١/١٣٩ ، ١٤٠) مطولاً
٢) البهم صغار الغنم (٣) أورده ابن كثير في البداية والنهاية (٢/٢٧٥)

کوئی زمین قحط زدہ نہ تھی۔

پھر ہم شام کو اپنی بکریاں واپس لاتے تو وہ سیر ہوتیں اور دودھ سے بھری ہوتیں ان کو دوہا جاتا اور پیا جاتا حالانکہ اس زمانے میں کسی کو دودھ کا ایک قطرہ نہیں ملتا تھا نہ جانوروں کے تھنوں میں کچھ تھا یہاں تک کہ ہماری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے جہاں حلیمہ کی بکریں چرتی ہیں وہاں چرایا کرو۔

پھر بھی شام کو ان کی بکریاں بھوکی واپس آتیں اور ایک قطرہ دودھ نہ ہوتا۔ میری بکریاں سیر ہوکر دودھ لے آتیں۔ اللہ ان کا بھلا کرے اس برکت سے حلیمہ کے مویشی بڑھ گئے اور موٹے تازے ہوگئے۔ بی بی حلیمہ کی عزت وعظمت حضور ﷺ کی وجہ سے بڑھ گئی اور بی بی حلیمہ برابر خیرو برکت محسوس کرتیں اور خیرو برکت سے فیض یاب ہوتیں۔

''بنی ہاشمی کے ذریعہ سے حلیمہ اس مقام پر پہنچی کہ عزت وعظمت کی بلند چوٹی پر فائز ہوئی۔ اس کے مویشی بڑھ گئے اور اسکا علاقہ سرسبز و شاداب ہوگیا اور یہ برکت تمام بنی سعد کے لئے عام ہوگئی''

ابو عبداللہ محمد بن علی ازدی کی کتاب ''الترقیص'' میں یہ ہے کہ حلیمہ یہ شعر پڑھتی اور حضور ﷺ کو کھلاتیں'

''پروردگار جب تو نے یہ بچہ مجھے دیا ہے تو اس کو سلامت رکھنا اور اس کو بلند مرتبت اور ترقی عطا فرمانا۔ اور دشمنی کی باطل رسموں کو اس کے حق کے صدقہ سے مٹادے اور میں اس میں اضافہ کرتی ہوں اس کے حق کے صدقہ پہ اس کے حق کے صدقہ سے اس کے حق کے صدقہ سے''

زمانہ شیر خوارگی میں آپ ﷺ کے معجزات

بیہقی ابن عساکر اور خطیب نے اپنی کتب میں عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ صلی اللہ علیک وسلم کے دین میں داخل ہونے کی دعوت آپ صلی اللہ علیک وسلم کی علامت نبوت نے مجھے دی۔ میں نے آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کو پنگھوڑے میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے سرگوشیاں کررہے ہیں اور اپنی انگلی سے اس کی طرف اشارے کررہے ہیں۔ جدھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ ہوتا چاند ادھر ہی جھک جاتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اس سے باتیں کرتا تھا وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے روکتا تھا اور جب وہ عرش کے سامنے جاکر سجدہ کرتا تو میں اس کی آواز سنتا۔

فتح الباری میں ''سیرت واقدی'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ حال ابتدائے پیدائش کا ہے ابن سعد نے ''الخصائص'' میں ذکر کیا کہ آپ ﷺ کا جھولا فرشتے جھلایا کرتے تھے۔

بادل حضور ﷺ پر سایہ فگن ہوتا

بیہقی اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حلیمہ سعدیہ فرمایا کرتی تھیں سب سے پہلے میں نے حضور ﷺ کو دودھ چھڑایا تو آپ ﷺ نے یہ کلام فرمایا ''اللہ سب سے بڑا ہے، بہت بڑا ہے، سب تعریفیں اللہ کے لیئے ہیں، صبح وشام اللہ کی پاکی بولو، ذرا بڑے ہوئے تو باہر جاکر بچوں کو کھیلتا دیکھتے لیکن ان سے الگ تھلگ رہتے۔''

ابن سعد ابونعیم، ابن عساکر نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے۔

''حلیمہ آپ ﷺ کو زیادہ دور نہیں جانے دیتی تھیں ایک دفعہ ان سے نظریں بچا کر دوپہر کے وقت اپنی رضاعی بہن شیما کے ساتھ بکریوں کی طرف چلے گئے۔ حلیمہ تلاش میں نکلیں اور بہن کے ہمراہ پاکر بولیں اس گرمی میں؟ تو آپ کی بہن نے کہا اماں میرے بھائی کو گرمی نہیں لگتی میں نے آپ ﷺ کے سر پر بادل کو سایہ کرتے دیکھا ہے جب آپ ﷺ ٹھہر جاتے تو وہ بھی ٹھہر جاتا آپ ﷺ چلتے تو وہ چل پڑتا یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچ گئے۔

''سینہ اقدس چاک ہوا''

فرمایا جب دودھ چھڑانے کے بعد میں آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ کے پاس لے کر آئی حالانکہ ہماری خواہش تھی کہ آپ ﷺ ہمارے پاس ہی رہیں کیونکہ ہم آپ ﷺ کی برکت دیکھتے تھے۔

عليه وباء مكة ولم نزل به حتى رددته معا ، فرجعنا به ، فوالله إنه لبعد مقدمنا بشهرين أو ثلاثة مع أخيه من الرضاعة لفي بُهْم لنا خلف بيوتنا جاء أخوه يشتد فقال : ذاك أخي القرشي قد جاءه رجلان عليهما ثياب بيض فأضجعاه وشقا بطنه ، فخرجت أنا وأبوه نشتد نحوه فنجده قائما مُنْتَقِعًا لونه فاعتنقه أبوه وقال : ياببني ماشأنك ؟ قال : جاءني رجلان عليهما ثياب بيض ، فأضجعاني فشقا بطني ، ثم استخرجا منه شيئا فطرحاه ، ثم رداه كما كان ، فرجعنا به معا . قال أبوه : ياحليمة لقد خشيت أن يكون ابني أصيب فانطلقي رديه إلى أهله قبل أن يظهر به ما نتخوف . قالت حليمة : فاحتملناه حتى قدمنا به إلى أمه فقالت : ماردكما به فقد كنتما حريصين عليه . فقلنا : نخشى الإتلاف والأحداث . فقال : ماذاك بكما فاصدقاني بشأنكما فلم تدعنا حتى أخبرنا خبره ، قالت : أخشيتما عليه الشيطان ؟ فلا والله مالشيطان عليه سبيل ، وإنه لكائن لابني هذا شأن فدعاه عنكما[(1)]

هذا وقد وقع شق صدره الشريف مرة أخرى مجيء جبريل له بالوحي في غار حراء ، ومرة أخرى ليلة الإسراء

● **وفاة أمه – ﷺ – :**

ولما بلغ – ﷺ – أربع سنين ، وقيل خمس سنين ، وقيل ست ، وقيل تسع ، وقيل اثنتي عشرة سنة وشهرًا وعشرة أيام ماتت أمه بالأبواء ، وهو موضع بين مكة والمدينة ، وقيل بشعب بالحجون ، وفي القاموس وه دار نابغة : بمكة فيه مدفن أم النبي – ﷺ – ، وقد أخرج ابن سعد عن ابن عباس وعن الزهري وعن عاصم بن عمر بن قتادة دخل حديث بعضهم في بعض قالوا : لما بلغ رسول الله – ﷺ – ست سنين خرجت به أمه إلى أخواله بني عدي بن النجار بالمدينة شهراً فكان – ﷺ – يذكر أموراً كانت في مقامه ذلك ونظر إلى الدار فقال : هٰهنا نزلت بي أمي ، وأحسنت العوم في بئر بني عدي بن النجار وكان قوم من اليهود يختلفون ينظرون إلي . قالت : أم أيمن فسمعت أحدهم يقول : هو نبي هذه الأمة ، وهذه دار هجرته ، فوعيت ذلك كله من كلامهم ، ثم رجعت به أمه إلى مكة فلما كانت بالأبواء توفيت[(2)].

(١) أخرجه أبو نعيم في الدلائل (١/١٥٦ ، ١٥٧) وذكره ابن كثير في البداية والنهاية (٢/٢٧٤ ، ٢٧٥)

(٢) أخرجه ابن سعد في الطبقات الكبرى (١/١١٦) ، والبيهقي في دلائل النبوة (١/١٨٨) ، وابن كثير في البداية (٢/٢٧٩) ، وابو نعيم في دلائل النبوة (٩٩)

چنانچہ ہم نے آپ ﷺ کی والدہ سے بات کی اور کہا کہ اگر آپ ﷺ ان کو جوانی تک ہمارے پاس رہنے دیں تو کیا اچھا ہو۔

مکہ میں وبائیں عام ہوتی ہیں۔ ہمیں ان کا ڈر محسوس ہوتا ہے ہم برابر یہ تقاضہ کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے آپ ﷺ کو ہمارے ہمراہ بھیج دیا سو ہم آپ ﷺ کو لے کر اپنے قبیلے میں لوٹ آئے۔

بخدا! ہمارے واپس آنے کے دو تین مہینے کے بعد اپنے دودھ شریک بھائی کے ہمراہ بکریوں کے ساتھ ہمارے مکانوں کے پیچھے تھے کہ آپ ﷺ کا دودھ شریک بھائی چیختا چلاتا آیا اور کہا کہ میرے قرشی بھائی کے پاس سفید لباس میں دو آدمی آئے ہیں انہوں نے اس کو زمین پر گرایا اور اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ یہ سن کر میں اور اسکا باپ اس طرف چل پڑے دیکھا تو آپ ﷺ گھبراہٹ کے عالم میں کھڑے تھے۔ رنگ فق تھا باپ (رضاعی) نے سینے سے لگایا اور پوچھا بیٹا کیا بات ہے؟ فرمایا: میرے پاس سفید لباس میں دو آدمی آئے اور انہوں نے میرا پیٹ چاک کیا اور کوئی شئے نکال کر پھینکی اور پھر اس مقام پر رکھ دیا ہم آپ ﷺ کو لے کر واپس آ گئے۔ آپ ﷺ کے (رضاعی) والد نے کہا حلیمہ مجھے ڈر ہے کہ میرے بیٹے کو کوئی نقصان نہ پہنچے تو ان کو انکے گھر والوں کی طرف واپس لے جا کوئی ایسا منظر سامنے نہ آ جائے جس سے ہمیں ڈر لگتا ہے۔ حلیمہ ؓ کہتی ہیں کہ ہم آپ ﷺ کو لے کر مکہ معظمہ میں آ گئے۔ وہ بولیں تمہیں تو اس بچے کی بہت حرص تھی واپس کیوں لے آئے؟ حلیمہ نے فرمایا: ہمیں ان کے ضائع ہونے یا کسی حادثہ سے دوچار ہونے کا ڈر ہے۔ انہوں نے پوچھا ہمیں سچ سچ بتاؤ اصل معاملہ کیا ہے؟ مجبوراً ہم نے ساری بات بتا دی تو والدہ محترمہ نے کہا کہ تمہیں یہ ڈر ہے کہ شیطان اس کو کوئی نقصان نہ پہنچائے گا بخدا شیطان کا اس پر کوئی داؤ نہیں چل سکتا بے شک میرے بیٹے کی شان ہی نرالی ہے۔ آپ اسے چھوڑ جائیں۔

علاوہ ازیں آپ ﷺ کا سینہ مبارک غار حراء میں اور تیسری بار معراج کی رات میں شق ہوا۔

وقد جزم الحافظ جلال الدين السيوطي بأن أبويه - ﷺ - ناجيان والجمهور على خلافه وقد بينه في رسالة مستقلة وقد كانت « أم أيمن » بركة دايته وحاضنته بعد موت أمه وكان عليه السلام يقول لها : أنت أمي بعد أمي .

● **وفاة جده عبد المطلب :**

ومات جده عبد المطلب كافله[1]، وله ثمان سنين ، وقيل تسع ، وقيل عشر وقيل ست ، ولجده عشر ومائة سنة ، وقيل مائة وأربعون سنة وكفله أبو طالب واسمه عبد مناف ، وكان عبد المطلب قد أوصاه بذلك لكونه شقيق عبد الله .

● **خروج رسول الله إلى الشام :**

ولما بلغ رسول الله - ﷺ - اثنتي عشرة سنة خرج مع عمه أبي طالب إلى الشام حتى بلغ بصرى فرآه « بحيرا الراهب » واسمه « جرجيس » فعرفه بصفته فقال وهو آخذ بيده : هذا سيد العالمين هذا يبعثه الله رحمة للعالمين فقيل له وما علمك بذلك ؟ فقال : إنكم حين أشرفتم به من العقبة فلم يبق شجر ولا حجر إلا خر ساجداً ولا يسجد إلا لنبي ، وإني أعرفه بخاتم النبوة في أسفل من غضروف كتفه مثل التفاحة وإنا نجده في كتبنا ، وسأل أبا طالب أن يرده خوفا عليه من اليهود[2]. الحديث رواه ابن أبي شيبة وفيه أن - ﷺ - أقبل وعليه غمامة تظله ولله در القائل :

إن قالوا يوما ظللته غمامة   هي في الحقيقة تحت الظل القائل

وأخرج ابن منده بسند ضعيف عن ابن عباس أن أبا بكر الصديق - رضي الله عنه - صحب النبي - ﷺ - وهو ابن ثمان عشرة ، والنبي - ﷺ - ابن عشرين سنة ، وهم يريدون الشام في تجارة حتى نزلا منزلا فيه سدرة فقعد في ظلها ، ومضى أبوبكر إلى راهب يقال له « بحيرا » يسأله عن شيء ، فقال له . من الرجل الذي في ظل الشجرة ؟ قال : محمد بن عبد الله بن عبد المطلب ، قال : هذا والله

---

(١) قال ابن كثير - والمقصود أن عبد المطلب مات على ما كان عليه من دين الجاهلية خلافا لفرقة الشيعة فيه وفي ابنه أبي طالب ولما حضرت عبد المطلب الوفاة أوصى أبا طالب بحفظ رسول الله - ﷺ - ، ثم مات عبد المطلب ودفن بالحجون .

(٢) أخرجه الترمذي في سننه ، حديث رقم (٣٦٢٤) وحسنه ، أبو نعيم في الدلائل ، حديث (١٠٩) ، وابن كثير (٢/٢٨٣) في البداية

''حضور ﷺ کی والدہ محترمہ کی وفات

جب حضور ﷺ چار سال کے، ایک روایت میں پانچ، ایک میں چھ، ایک میں سات اور ایک روایت میں بارہ سال ایک مہینہ دس دن کے ہوئے تو آپ ﷺ کی والدہ محترمہ کا ابواء شریف کے مقام پر انتقال ہوا۔ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے کچھ نے کہا کہ حجون کی ایک گھاٹی میں ہوا۔ القاموس میں ہے کہ مکہ مکرمہ میں '' دار نابغہ میں حضور ﷺ کی والدہ محترمہ کا مدفن ہے۔

ابن سعد نے ابن عباس اور زہری نے عاصم سے یہ روایت نقل کی کہ حضور ﷺ جب چھ سال کے ہوئے تو آپ ﷺ کی والدہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے ننھیال ''بنی عدی بن نجار'' کے ہاں مدینہ منورہ میں ایک مہینہ کے لئے لے گئیں۔ حضور ﷺ اس جگہ کی بہت ساری باتیں یاد فرمایا کرتے ہیں اور آپ ﷺ نے اس مکان کے بارے میں فرمایا تھا یہاں میری ماں مجھے لے کر آئی تھی اور بنی عدی بن نجار کے کنویں میں میں بہترین تیرا کی کرتا تھا۔ یہودی لوگ آ کر مجھے دیکھتے۔ ام ایمن نے فرمایا کہ میں نے ایک یہودی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ اس امت کے نبی ہے اور یہ (مدینہ منورہ) اس کا دار ہجرت ہے میں نے اس کی ساری باتیں یاد رکھیں۔ آپ ﷺ کی والدہ آپ ﷺ کو ہمراہ لے کر مکہ معظمہ کی طرف لوٹ آئیں اور راستے میں مقامِ ابواء کے مقام پر فوت ہوگئیں۔

حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے آپ ﷺ کے والدین کے جنتی ہونے کا یقین ظاہر کیا ہے گو جمہور اس کے خلاف ہیں میں نے یہ ساری گفتگو ایک مستقل رسالے میں تحریر کی ہے۔

ام ایمن برکتہ آپ ﷺ کی دائیہ بھی تھیں آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی پرورش کرنے والی بھی تھیں حضور ﷺ آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔ ''میری ماں کے بعد آپ میری ماں ہیں۔''

آپکے دادا جان حضرت عبدالمطلب کی وفات

آپ ﷺ کی پرورش کرنے والے دادا جان عبدالمطلب فوت ہوئے تو آپ ﷺ کی

نبي ما استظل تحتها بعد عيسى عليه السلام إلا محمد - ﷺ - ، ووقع في قلب أبي بكر الصديق ، فلما بعث النبي - ﷺ - اتبعه[1].

قال الحافظ العسقلاني في الإصابة : إن صحت هذه القصة فهي سفرة أخرى بعد سفرة أبي طالب

● زواجه - ﷺ - بخديجة :

ثم خرج - ﷺ - ومعه ميسرة غلام خديجة ابنة خويلد بن أسد في تجارة لها حتى بلغ سوق بصرى وله إذ ذاك خمس وعشرون سنة فنزل تحت شجرة نسطور الراهب - ما نزل تحت ظل هذه الشجرة إلا نبي - وفي رواية بعد عيسى . وكان ميسرة يرى في الهاجرة ملكين يظلانه من الشمس ، ولما رجعوا إلى مكة في ساعة الظهيرة ، وخديجة في علية لها رأت رسول الله - ﷺ - على بعيره وملكان يظلان عليه[2]. رواه أبو نعيم . وتزوج - ﷺ - خديجة[3] بعد ذلك بشهرين وخمسة وعشرين يوما ، وقيل كان سنة إحدى وعشرين سنة ، وقيل ثلاثين وكانت تدعى في الجاهلية بالطاهرة ، وكانت تحت « أبي هالة بن زرارة التميمي » فولدت له « هندا » و « هالة » وهما ذكران ، ثم تزوجها عتيق بن عابد المخزومي فولدت له « هندا » وكان لها حين تزوجها بالنبي - ﷺ - من العمر أربعون سنة ، وكانت عرضت نفسها عليه فذكر ذلك لأعمامه ، فخرج معه منهم حمزة حتى دخل على خويلد بن أسد فخطبها إليه فزوجها - ﷺ - وأصدقها عشرين بقرة ، وحضر أبو بكر ورؤساء مضر فخطب أبوطالب فقال : الحمد لله الذي جعلنا من ذرية إبراهيم وزرع إسماعيل وضئضىء[4] معد وعنصر مضر ، وجعلنا حضنة بيته وسواس حرمه ، وجعل لنا بيتا محجوجا ، وحرمًا آمناً ، وجعلنا الحكام على الناس ، ثم إن ابن أخي هذا محمد بن عبد الله لا يوزن برجل إلا رجح به ، فإن كان في

---

(١) لم أجد هذه القصة .

(٢) أخرجه أبو نعيم في دلائل النبوة ، حديث (١١٠) ، وأخرجه ابن سعد (١٢٩/١) في الطبقات الكبرى .

(٣) كانت السيدة خديجة بنت خويلد بن أسد امرأة حازمة ، جلدة ، شريفة ، مع ما أراد الله بها من الكرامة والخير ، وهي من أعظم قريش نسباً وأعظمهم شرفا ، وأكثرهم مالاً وكل قومها كان حريصاً على نكاحها ، ولكنها رضت بمحمد - ﷺ - زوجا لأمانته وصدقه

(٤) الضئضىء والضضىء هو الأصل الذي يخرج منه الكائن الحي ، ومنه حديث عمر « أعطيت ناقة في سبيل الله فأردت أن اشترى من نسلها أو قال من ضئضئها » والمراد خرج من معد الذي هو أصلها .

عمر آٹھ سال تھی، کچھ نے کہا نو سال، کچھ نے کہا سات سال آپ کے دادا کی عمر ۱۱۰ سال تھی ایک قول کے مطابق ۱۴۰ سال ہے پھر آپ ﷺ کی پرورش آپ ﷺ کے چچا نے کی جن کا نام عبدمناف تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے ہی ان کو یہ وصیت فرمائی تھی کیونکہ وہ حضرت عبداللہ کے بھائی تھے۔

حضور ﷺ کا ملک شام کی طرف جانا

جب حضور ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال ہوئی تو آپ اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ ملک شام تشریف لے گئے جب آپ ﷺ "بصریٰ" پہنچے تو بحیرا راہب نے آپ ﷺ کو دیکھا جس کا نام "جرجیس" تھا اس نے آپ ﷺ کی صفت سے آپ ﷺ کو پہچان لیا۔ آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر بولا یہ سید العالمین ہے۔ اللہ ان کو رحمۃ العالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔

پوچھا گیا آپ کو اس کا کیسے علم ہوا! بولا جب تم اس گھاٹی سے نمودار ہوئے تو کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا جو سجدہ ریز نہ ہوا ہو اور نبی کے علاوہ یہ کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ میں ان کو مہر نبوت سے پہچان لوں گا جو ان کے شانوں کے درمیان سیب کی طرح ہے اور ہم ان کو اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ بحیرہ نے ابو طالب سے درخواست کی کہ ان کو واپس لے جائیں خطرہ ہے کہ یہود کو پتا چل گیا تو آپ ﷺ کو قتل کردیں گے۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضور ﷺ وہاں تشریف لائے تو بادل کا ایک ٹکڑا حضور ﷺ سایہ کناں تھا کسی نے خوب کہا ہے۔

"لوگوں نے کہا کہ دن کے وقت بادل نے آپ ﷺ پر سایہ کیا اور حقیقت میں بادل آپ ﷺ کے زیر سایہ آرام کرتا تھا"

ابن مندہ نے ضعیف سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھارہ سال کی عمر میں اس سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ حضور ﷺ کی عمر اس وقت بیس سال تھی۔ یہ تمام لوگ ملک شام کی طرف تجارت کی خاطر جارہے تھے۔ یہاں تک کہ بیری کے درخت کے سائے کے نیچے اترے۔ ابوبکر بحیرہ نامی راہب کے پاس گئے اس

سے کوئی بات پوچھی بحیرہ نے کہا کہ اس درخت کے نیچے ٹھہرنے والے کون ہیں؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب'' راہب نے کہا خدا کی قسم یہ نبی ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اس درخت کے نیچے محمد ﷺ کے سوا کوئی نہیں بیٹھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور آپ ﷺ کی بعثت کی بعد آپ ﷺ کے پیروکار ہو گئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''الاصابہ'' میں فرمایا کہ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو یہ کوئی اور سفر تھا۔

حضور ﷺ کی حضرت سیدہ خدیجہ سے شادی

پھر حضور ﷺ سیدہ خدیجہ بنت خویلد کی تجارت کے سلسلہ میں ملک شام تشریف لے گئے۔ اس سفر میں سیدہ خدیجہ کے غلام میسرہ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ بصریٰ کے بزار میں پہنچے تو اس وقت آپکی عمر ۲۵ سال تھی وہاں آپ ﷺ نسطور راہب کے درخت کے نیچے ٹھہرے اور اس درخت کے نیچے بھی نبی کے سوا کوئی نہیں ٹھہرا تھا۔ ایک روایت میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نہیں ٹھہرا۔

نسطور یہ عمل دیکھتا رہا کہ دوپہر کے وقت دو فرشتے آپ ﷺ پر سایہ کرتے جب واپس مکہ گئے تو خدیجہ نے اپنے بالا خانے میں کھڑے ہو کر حضور ﷺ کو اپنے اونٹ پر بیٹھے دوپہر کے وقت تشریف لاتے دیکھا تو دو فرشتے آپ ﷺ پر سایہ فگن تھے۔ ان کو ابو نعیم نے روایت کیا۔

اس کے دو مہینے اور پچیس دن کے بعد حضور ﷺ نے سیدہ خدیجہ سے شادی کی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کی عمر ۲۱ سال تھی۔ کچھ کہتے ہیں کہ تیس سال تھی۔

زمانہ جاہلیت میں بی بی خدیجہ کا لقب ''طاہرہ'' تھا ان کی پہلی شادی ''ابو ہالہ بن زرارہ تمیمی'' سے ہوئی اس سے آپ کے دو بیٹے ''ہندا اور ہالہ'' پیدا ہوئے ان کی وفات کے بعد ''عتیق بن عابد مخزومی'' سے آپ کا نکاح ہوا اور ایک اور بیٹا ہندا نامی پیدا ہوا۔ حضور ﷺ سے نکاح کے وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔ بی بی خدیجہ نے خود اپنے

ل قلّ فإن المال ظل زائل وأمر حائل ، ومحمد من قد عرفتم قرابته . وقد خطب خديجة بنت خويلد ، وبذل لها من الصداق ما آجله وعاجله من مالي كذا ، وهو والله بعد هذا له نبأ عظيم وخطر جليل فزوجها[1]

● **مشاركته - ﷺ - في بناء الكعبة :**

ولما بلغ - ﷺ - خمسا وثلاثين سنة خافت قريش أن تهدم الكعبة من السيول ، فأمروا باقوم مولى سعد بن العاص بأن يبني الكعبة المعظمة ، وحضر - ﷺ - وكان ينقل معهم الحجارة ، وكانوا يضعون أُزُرَهم[2] على عواتقهم ويحملون الحجارة ففعل ذلك رسول الله - ﷺ - فلبط به أي سقط من قيام ، ونودي عورتك فكان ذلك أول ما نودي ، فقال له أبو طالب أو العباس : يابن أخي اجعل إزارك على رأسك فقال : ما أصابني ما أصابني إلا في التعري[3].

● **بدء الوحي عليه - ﷺ - :**

ولما بلغ - ﷺ - أربعين سنة ، وقيل وأربعين يوما ، وقيل وعشرة أيام ، وقيل وشهرين يوم الإثنين لسبع عشرة خلت من شهر رمضان وقيل لسبع بقين ، وقيل لأربع وعشرين ليلة وقال ابن عبد البر يوم الإثنين لثمان من ربيع الأول سنة إحدى وأربعين من الفيل بعثه الله رحمة للعالمين ورسولاً إلى كافة الثقلين أجمعين .

وأخرج ابن جرير وابن المنذر وغيرهما عن قتادة في قوله : ﴿ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ ﴾[4] قال : جعله الله من أنفسكم فلا تحسدوه على ما أعطاه الله من النبوة والكرامة[5]: ﴿ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ﴾ هو منهم حريص على ضالهم أن يهديه الله[6]. وأخرج ابن أبي حاتم وأبو الشيخ عن ابن عباس في قوله : ﴿ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ﴾ قال : شديد عليه ما شق عليكم حريص عليكم أن يؤمن كفاركم[7]

---

(١) أخرج ابن سعد قصة زواج الرسول - ﷺ - بخديجة في الطبقات الكبرى (١٣١/١ - ١٣٢) ، والبداية والنهاية (٢٩٣/٢ ، ٢٩٤) .

(٢) الإزار ثوب يحيط بالنصف الأسفل من البدن ، الجمع أزر ، وآزرة .

(٣) أخرجه ابن سعد في الطبقات الكبرى (١٤٥/١)

(٤) التوبة : ١٢٨

(٥) أخرجه ابن جرير الطبري في تفسيره (٥٦/١١) ، وانظر الدر المنثور (٢٩٦/٣) .

(٦) أخرجه ابن جرير في تفسيره (٥٦/١١) ، وابن المنذر وابن أبي حاتم وأبو الشيخ ، كما في الدر المنثور للسيوطي (٢٩٦/٣)

(٧) أخرجه ابن أبي حاتم وأبو الشيخ ، كما في الدر المنثور للسيوطي (٢٩٦/٣)

آپ کو حضور ﷺ کے ساتھ شادی کے لئے پیش کیا۔ حضور ﷺ نے اپنے چچاؤں سے اس کا ذکر کیا، حضور ﷺ کے ہمراہ آپ ﷺ کے چچا حمزہ بی بی خدیجہ کے والد خویلد بن اسد کے پاس رشتہ مانگنے گئے اور حضور ﷺ کی ان سے شادی کردی اور بیس گائیں حق مہر میں دیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور قبیلہ مضر کے شرفاء اس شادی میں موجود تھے۔ ابو طالب نے یوں خطبہ پڑھا۔

"سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہم کو ابراہیم کی اولاد میں سے بنایا۔ اسماعیل کی کھیتی سے اگایا، معد کی نسل سے پیدا کیا، اور مضر کی اصل سے کیا۔ ہمیں اپنے گھر کا محافظ بنایا اور اپنے حرم کا خادم۔ ہمیں ایسا گھر عطا کیا جس کا حج ہوتا ہے اور ایسا حرم دیا جس کی عبادت ہوتی ہے۔ ہمیں لوگوں کا حاکم بنایا۔ ازاں بعد میرا یہ بھتیجا محمد بن عبداللہ جس مرد کے ساتھ تلے گا بھاری نکلے گا اگرچہ اس کے پاس

مال کم ہے لیکن مال تو ختم ہونے والا سایہ ہے اور ایک عارضی چیز ہے اور محمد کی قرابت کو تم جانتے ہو انھوں نے خدیجہ سے رشتہ کیا، حق مہر ادا کیا کچھ فوری اور کچھ میعادی۔ بخدا یہ ایک بہت بڑا رشتہ ہے اور عظیم واقعہ ہے" یوں حضور ﷺ کی سیدہ خدیجہ سے شادی ہوگئی۔

تعمیر کعبہ میں حضور ﷺ کی شرکت

جب حضور ﷺ کی عمر ۳۵ سال تھی تو قریش کو سیلابوں کی وجہ سے خانہ کعبہ کے منہدم ہوجانے کی فکر دامن گیر ہوئی سوانہوں نے سعد بن العاص کے غلام "اقوم" کو کعبہ معظمہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ حضور ﷺ بھی اس تعمیر میں شامل تھے لوگوں کے ہمراہ پتھر لاتے۔ لوگ اپنی چادریں کندھوں پر رکھ کر پتھر اٹھاتے۔ حضور ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا لیکن آپ ﷺ اسی وقت گر گئے اور آواز آئی اپنے ستر کی فکر کرو یہ پہلی غیبی ندا تھی۔ ابو طالب یا عباس نے کہا بھتیجے چادر سر پر رکھیں فرمایا مجھے برہنہ ہونے کی صورت میں تکلیف ہوتی ہے۔

حضور ﷺ پر وحی کی ابتداء

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک ۴۰ سال کو پہنچی، ایک قول کے مطابق چالیس سال چالیس

خلاصة

والحاصل أنه ﴿ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ﴾ أى شاق عليه صعب لديه عنتكم وتعبكم ، ولذا رفع ببركته الخطأ والنسيان والإكراه عنكم ، ووضع عنكم الأحمال والأغلال التى كانت على الأمم الماضية حيث أتى - ﷺ - بالملة الحنيفية السمحاء والطريقة المرضية الزهراء ويحتمل أن يكون ﴿ عَزِيزٌ ﴾ منفصل عما قبله ، متصل بما سبق له ، فهو صفة لرسول أى هو عزيز الوجود ، وكامل الجود ، وبديع الجمال ، عديم المثال أو عزيز مكرم لدينا ، فأعزوه وأكرموه ، وانصروه ، وعظموه ، ويؤيده القراءة الشاذة بالزايين فى قوله ﴿ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّزُوهُ ﴾[(١)] أو معناه غالب على جميع المرسلين لكونه خاتم النبيين ، أو لكون دينه غالبا على جميع الأديان شاملاً لكل زمان ومكان ، وهو منتقم من أعدائه كما هو رحيم بأحبابه عليه ، ﴿ مَا عَنِتُّمْ ﴾ أى ضرر عليه ضرركم وشاق عليه عنتكم ، لكونه رحمة للعالمين ورأفة للمؤمنين ﴿ حَرِيصٌ عَلَيْكُم ﴾ أى على إيمانكم وإيقانكم وإحسانكم بالمؤمنين أى على الخصوص رءوف رحيم فى غاية من الرأفة والشفقة ونهاية من اللطافة والرحمة ، فقد أخرج ابن أبى حاتم عن عكرمة قال : قال رسول الله - ﷺ - : « جاء جبريل فقال : يامحمد إن ربك يقرئك السلام وهذا ملك الجبال قد أرسله الله إليك وأمره أن لا يعمل شيئا إلا بأمرك [فقال له ملك الجبال إن الله أمرنى لا أفعل شيئا إلا بأمرك] إن شئت هدمت عليهم الجبال وإن شئت رميتهم بالحصباء ، وإن شئت خسفت بهم الأرض ، قال : ياملك الجبال فإنى آتى بهم لعله أن يخرج منهم ذرية يقولوا : لا إله إلا الله ، فقال ملك الجبال : أنت كما سماك ربك رءوف رحيم »[(٢)]. وأخرج ابن مردويه عن أبى صالح الحنفى قال قال عبد الله . قال رسول الله - ﷺ - : « إن الله رحيم ولا يضع رحمته إلا على رحيم . » قلنا : يارسول الله كلنا يرحم أموالنا وأولادنا ، قال : « ليس بذلك ولكن كما قال الله : ﴿ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴾[(٣)] »[(٤)] وفى الحديث إشارة إلى أن الرحمة ينبغى أن تكون عامة

---

(١) الفتح ، ٩

(٢) أخرجه ابن أبى حاتم عن عكرمة ، كما فى الدر المنثور (٢٩٦/٣ ، ٢٩٧)

(٣) التوبة ١٢٨

(٤) أخرجه ابن سعد كما فى الدر المنثور (٢٩٧/٣)

دن، ایک قول کے مطابق چالیس سال دس دن، ایک قول کے مطابق چالیس سال دو مہینے پیر کے دن سترہ رمضان المبارک کو، کچھ کہتے ہیں کہ تیئس رمضان المبارک، اور ایک روایت میں چوبیس رمضان المبارک ہے، کو آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔

ابن عبدالبر نے کہا پیر کا دن آٹھ ربیع الاول، واقعہ فیل کے ۴۱ سال بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین اور دونوں جہانوں کے لئے رسول بنا کر مبعوث کیا۔

ابن جریر، ابن منذر وغیرہما نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ کا یہ فرمان، (لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ) کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے نبی کو رسول بنایا سو اللہ نے جو آپ ﷺ کو نبوت اور عزت بخشی ہے اس پر حسد نہ کرو۔

عزیز علیہ ماعنتم یعنی آپ ﷺ کو اس بات کی حرص ہے کہ اللہ تعالیٰ ان گمراہوں کو ہدایت دے دے ابن ابی حاتم اور ابوشیخ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ "عزیز علیہ ماعنتم" کا مطلب ہے کہ جو چیز تمہیں تکلیف دے وہ میرے نبی کو بھی بہت تکلیف دیتی ہے اور ان کو اس بات کی حرص ہے کہ سارے کفار مسلمان ہو جائیں۔

خلاصہ

حاصل یہ ہے کہ عزیز علیہ ماعنتم کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری تکلیف و معصیت آپ ﷺ پر بہت ناگوار ہے اسی لئے آپ ﷺ کی برکت سے خطا، نسیان اور جبر اس امت سے معاف کر دیے گئے اور تم سے بوجھ اور طوق جو پہلی امتوں پر تھے اٹھا لئے گئے اور حضور ﷺ سیدھا سادہ اور آسان پسندیدہ اور نورانی دین لائے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ "عزیز" ماقبل سے الگ ہو اور اس سے پہلی عبارت سے متصل ہو اور یہ بھی حضور ﷺ کی صفت ہے کہ حضور ﷺ کا وجود نادر ہے سراسر جود و عطاء ہے۔ حسن و جمال لازوال ہے آپ ﷺ کی کوئی مثال نہیں۔ آپ ﷺ ہمارے لئے معزز ہیں، تم لوگ بھی حضور ﷺ کی عزت، تکریم اور مدد کرو اور آپ ﷺ کی عظمت کو تسلیم کرو۔

"تا کہ (اے لوگو) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان کی (ان کے دین کی) مدد کرو اور ان کی (دل سے) تعظیم کرو۔" (القرآن، الفتح، ۴۸، ۹)

یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ سارے رسولوں پر غالب ہیں اور آپ ﷺ آخری رسول ہیں اور آپ ﷺ کا دین تمام ادیان پر غالب ہے جیسے آپ ﷺ اپنے دوستوں پر رحیم ہیں اسی طرح دشمنوں سے انتقام لینے والے بھی ہیں۔

(ما عنتم) کا معنی ہے کہ تمہاری تکلیف اور ضرر حضور ﷺ پر شاق ہے کیونکہ وہ رحمۃ للعالمین ہیں۔

"حریص علیکم" وہ تمہارے ایمان، تمہارے ایقان کے حریص ہیں اور اہل ایمان پر اعلیٰ درجے کے رفیق اور مہربان ہیں۔

ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے یہ روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا جبرائیل نے آکر کہا کہ اللہ نے آپ ﷺ کو سلام بھیجا ہے۔ یہ پہاڑوں کا فرشتہ ہے اور اس کو اللہ نے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے، کہ آپ کے حکم کی تعمیل کرے۔ فرشتے نے کہا اللہ نے مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے اگر آپ ﷺ چاہیے تو ان پر پتھروں کی بارش کردوں اگر آپ ﷺ چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسادوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پہاڑوں کے فرشتے! میں تو ان کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ شاید ان میں کوئی لا الہ الا اللہ کہنے والا پیدا ہوجائے۔ پہاڑوں کے فرشتے نے عرض کیا آپ ﷺ تو ویسے ہی رحیم ہیں جیسا کہ اللہ نے آپ ﷺ کا نام رؤف ورحیم رکھا ہے۔

ابن مردویہ نے ابن صالح سلفی سے یہ روایت نقل کی ہے: عبداللہ نے کہا حضور ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ رحیم ہے اور وہ رحمت اسی کو عطا کرتا ہے جو رحیم ہو۔ ہم نے عرض کیا ہم تو سارے اپنے مالوں اور اولاد پر رحم کرنے والے ہیں۔ فرمایا: یہ بات نہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف ومشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے (اے لوگو!) وہ تمہارے لئے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب وآرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لئے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔" (القرآن، التوبہ، ۹: ۱۲۸)

اور حدیث پاک میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رحمت عام اور خاص ہو

وخاصة كما قال في الحديث الصحيح : « **لا يُؤمِنُ أحدُكُمْ حتى يُحِبَّ لأخيهِ ما يُحِبُّ لنفْسِهِ** »[1] وفي الصحيح أيضا : « **الراحمون يرحمهم الرحمن ، ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء** »[2] ﴿ **فَإِن تَوَلَّوْا** ﴾ أي أعرضوا يعني الكفار عن الإيمان بك أو جميع الخلق عنك وعن متابعتك ، فقل : ﴿ **حَسْبِيَ اللَّهُ** ﴾ أي كاف في جميع أموري ﴿ **لا إِلَهَ إِلَّا هُوَ** ﴾ أي ليس رب سواه فلا يُعبد إلا إياه ﴿ **عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ** ﴾ أي اعتمدت وإليه استندت ﴿ **وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ** ﴾[3] بالجر على أنه صفة العرش ، وقرىء بالرفع على أنه صفة الرب أي الهيكل الجسيم المحيط بجميع المخلوقات ، وقد ورد أن الأرضين السبع في جنب سماء الدنيا كحلقة في فلاة ، ومع هذا روى في الحديث القدسي : « **لم يسعني أرضي ولا سمائي ولكن وسعني قلب عبدي المؤمن** »[4] وأخرج أبو داود عن أبي الدرداء موقوفا وابن السني عنه مرفوعا : « **من قال حين يصبح وحين يمسي : حسبي الله لا إله إلا هو عليه توكلت وهو رب العرش العظيم ، سبع مرات كفاه الله ما أهمه من أمر الدنيا والآخرة** »[5].

وأخرج ابن أبي شيبة وغير واحد عن ابن عباس عن أبي بن كعب قال : آخر آية نزلت على النبي – ﷺ – : ﴿ **لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ** ﴾ إلى آخر السورة[6]، وفي رواية أُبي : فهذا آخر مانزل من القرآن فختم الأمر بما فتح به وهو لا إله إلا الله يقول الله : ﴿ **وما أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ** ﴾[7].

---

(١) أخرجه البخاري في صحيحه، كتاب الإيمان ، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه ، حديث (١٣) ، ومسلم في صحيحه ، كتاب الإيمان حديث (٧١ ، ٧٢) ، والنسائي في سننه (٨/ ١١٥ ، ١٢٥) ، والترمذي في سننه ، كتاب صفة القيامة ، (٩/ ٣١٩) وقال : صحيح ، وابن ماجه في سننه ، المقدمة ، حديث (٦٦) ، والدارمي في سننه ، كتاب الرقاق ، باب لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه (٢/ ٣٠٧) ، وأحمد في المسند (١/ ٨٩) و(٣/ ١٧٦) .

(٥) أخرجه أبو داود في سننه ، كتاب الأدب ، باب في الرحمة ، حديث (٤٩٤١) ، والترمذي في سننه ، كتاب البر والصلة ، (٨/ ١١١) وقال : حسن صحيح .

(٣) آخر سورة التوبة .

(٤) أورده الغزالي في الإحياء (٣/ ١٤) وقال العراقي : لم أر له أصلاً .

(٥) أخرجه ابن السني وابن عساكر عن أبي الدرداء كما في كنز العمال للهندي (٣٥٨٨) .

(٦) أخرجه ابن أبي شيبة وابن راهويه وابن منيع وابن المنذر وأبو الشيخ وابن مردويه ، انظر : الدر المنثور للسيوطي (٣/ ٢٩٥) .

(٧) الأنبياء : ٢٥ .

جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ ''تم میں سے کوئی آدمی مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرے۔''

صحیح حدیث میں یہ بھی آتا ہے: ''رحم کرنے والوں پر رحمان رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔''

(فان تولوا) کافر اگر آپ ﷺ پر ایمان لانے سے یا ساری مخلوق آپ ﷺ کی پیروی سے منہ موڑے تو آپ ﷺ کہہ دیں کہ مجھے سارے معاملات میں اللہ ہی کافی ہے۔

(لا الٰہ الا اللہ) اس کے سواہ کوئی رب نہیں لہٰذا اس کی عبادت کی جائے گی (علیہ توکلت) اسی پر میرا بھروسہ ہے، (وھو رب العرش العظیم) اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

العظیم مجرور ہونے کی صورت میں عرش کی صفت اور مرفوع ہونے کی صورت میں رب کی صفت ہوسکتا ہے۔ یعنی کہ وہ بہت بڑی ذات ہے ساری مخلوق اس کے گھیرے میں ہے یہ بھی آیا ہے کہ سات زمینیں آسمان کے پہلو میں ایسی ہیں جیسے جنگل میں ایک حلقہ، اس کے باوجود حدیث قدسی میں آتا ہے کہ میں زمین اور آسمان کے اندر سماں نہیں سکتا لیکن میں اپنے مومن کے دل میں سما سکتا ہوں۔

حضرت ابو درداء ﷺ سے موقوف اور ابن سنی سے مرفوع روایت ہے کہ جو آدمی صبح اور شام سات دفعہ یہ پڑھے 'حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم' اس کا یہ سات بار پڑھنا اس کو تمام دنیا اور آخرت کے رنج والم سے نجات دلادے گا۔

ابن ابی شیبہ اور دیگر محدثین نے ابن عباس اور ابی بن کعب سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آخری آیت جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی یہ ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

حضرت اُبی کی روایت میں ہے کہ یہ آیت قرآن کے آخری حصہ میں نازل ہوئی تو اللہ نے بات اسی حقیقت پر ختم کی جس سے ابتداء کی اور وہ ہے لا الہ الا اللہ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف یہی وحی کرتے رہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری (ہی) عبادت کیا کرو۔'' (القرآن، الانبیاء: ۲۵)

فلنختم بما ختم الله تعالى به نزول كلامه المبين على خاتم النبيين رجاء أن يختم لنا بالخاتمة الحسنى وأن يبلغنا المقام الأسنى فضلا من الله وتوفيقاً مع الذين أنعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقا وذلك الفضل من الله وكفى بالله عليما والحمد لله أولا وآخرا ظاهرا وباطناً وحديثا وقديما – وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم تسليماً وزاده تكريما وتشريفاً وتعظيماً – آمين.

پس ہم ختم کرتے ہیں اس پر جہاں اللہ نے اپنے کلام کا نزول اپنے رسول پر ختم کیا اس امید کے ساتھ کے ہمارا خاتمہ اچھا ہو اور ہمیں بلند مقام تک پہنچائے۔ اللہ کے فضل سے اور ان لوگوں کی موافقت میں جن پر اللہ نے اپنا انعام کیا۔ ان میں انبیاء ہیں صدیقین ہیں شہداء ہیں اور صالحین ہیں اور یہ سب اللہ کے فضل سے ہیں۔

اور یہ اللہ کا فضل ہے اور شکر ہے اللہ کا اوّل میں، آخر میں، ظاہر میں، باطن میں، حال میں اور ماضی میں

وصل الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم تسليما وزاده تكريماً و تشريفاً وتعظيماً۔ آمین